

بِدَائِم

یعنی ہندوستان کے اسلامی عہد اور مسلمانوں کے دور حکومت میں صوبہ گجرات کا علمی، دینی، تدریسی، صنعتی اور سیاسی عروج، اس کے شاہان درویش صفت اور رائے باماں، علمائے نامدار اور مشائخ عالیٰ تبار کے سیاسی، انتظامی، علمی، تصنیفی، اصلاحی و تربیتی کارناٹے

تاریخ ہند کا ایک شاندار باب اور تاریخ اسلام کا ایک زریں ورق

تألیف

مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب

(سابق ناظم ندوۃ العلماء و مصنف "نزہۃ الخواطر" وغیرہ)

مع مقدمہ

از پروفیسر خلیق احمد نظامی (صدر تحریک تایمز سلمان یوسفی علی گڑھ)

و ذکر مصنف از فرماداں مصنف

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی و **مولانا سید ابو الحسن علی نڈی**

(جلد حقوق بحق ناشر محفوظ)

پارسوم

(از مجلس پہلا ایڈیشن۔ اہم اضافوں کے بعد)

۱۹۸۳ء—۱۴۰۳ھ

کتابت	ظہیر احمد کا کوروڈی
طبعات	لکھنؤ پبلشگر ہاؤس (افست)
صفحات	۱۲۰
قیمت	سائٹ روپے
زیر طبع	انگریزی و گجراتی ایڈیشن

باہتمام

محمد عیاث الدین ندوی

طبع و ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

مکتبہ لکھنؤ

(ندوہ العلماء)

فہرست عنوانیں

"یاد ایام"

۲۴۲	مسلمانوں کا پہلا حملہ	۷	چھ کتابے متعلق۔ از مولانا ابو الحسن علی ندوی
۲۵	دوسرا حملہ	۹	پیش لفظ۔ از پروفیسر خلیفی احمد ناظمی
۲۵	تیسرا حملہ	۲۵	تعارف و تذکرہ۔ از مولانا ابو الحسن علی ندوی
۲۶	چوتھا حملہ اور پہلا مسلمان مصنف	۲۵	ولادت
۲۷	محود غزنوی کا حملہ گجرات پر	۲۵	خاندان اور راجح
۲۸	شہاب الدین غوری کے متعدد حملے	۲۶	تعلیم و سلوک
۲۸	علاء الدین جلی کا حملہ اور گجرات پر مسلمانوں کا نسل	۲۹	دنیی خدمات
۲۹	گجرات میں مسلمانوں کی خود مختاری سلطنت	۳۱	مزاج و خصوصیات
۵۰	ظفرخان گجرات بھیجا گیا	۳۲	علی کمالات و خدمات
۵۰	ظفرخان نے خود مختاری سلطنت قائم کر لی	۳۵	ہندوستان کا تعارف عربی زبان میں
۵۱	احمد شاہ اول	۳۴	وفات اور اولاد
۵۲	محمد شاہ	۳۹	پیش لفظ۔ از نواب مولانا جیبیل الرحمن ناظمی
۵۲	قطیب الدین احمد شاہ	۴۱	دیبا چرطبی اول۔ از مصنف مرحوم
۵۳	محود شاہ اول	۴۳	گجرات سے اسلامی تعلقات کی ابتداء

۷۹	اختیار خان	۵۲	منظرو شاہ حلیم
۸۰	افضل خان	۵۳	بہادر شاہ
۸۰	صدر خان	۵۵	محسون شاہ دوم
۸۰	خداوند خان	۵۶	شاہانِ گجرات کے خصائص حکمرانی
۸۱	آصفت خان	۵۷	خلوص نیت کا اسلامی نمونہ
۸۳	مشائخ گجرات کے انفاس قدریہ	۵۸	بلند حوصلگی کا ایک اور نمونہ
۸۴	مشائخ چشتیہ	۵۹	عدل و انصاف کا نمونہ
۸۶	مشائخ سہروردیہ	۶۰	اصلاحات ملکی
۸۷	سلسلہ مغربیہ	۶۱	زراعت کی ترقی
۸۷	سلسلہ عیدرویہ	۶۲	صنعت و حرفت
۸۹	سلسلہ قادریہ	۶۸	علوم و فنون کی قدرداری
۸۹	سلسلہ رفاعیہ	۷۰	مدارس گجرات
۹۰	سلسلہ نقشبندیہ	۷۲	گجرات کے چند مدارس
۹۱	سلسلہ شطاطریہ	۷۲	محمد شین کرام کی تشریف آوری
۹۲	علمائے گجرات کے کارنامے	۷۶	ماہرین فنون ادبیہ
۹۳	شیخ احمد کہتو	۷۷	علماء منطق و حکمت
۹۳	شیخ علی مہاجری	۷۷	فقہاء کرام
۹۵	مفتقی رکن الدین	۷۸	گجرات کے وزراء بامکمال
۹۵	مولانا راجح بن داؤد	۷۸	خداوند خان

۱۰۷	علماء گجرات شاہان مغلیکہ درباری	۹۶	قاضی جگن
۱۰۷	میرا بوتراب	۹۶	مولانا علاء الدین
۱۰۸	سید محمد صنوی	۹۶	مولانا عبد الملک
۱۰۸	سید جلال	۹۶	شیخ حسن محمد
۱۰۹	سید حضر	۹۷	مولانا محمد طاہر
۱۱۰	سید علی	۹۹	مفتقی قطب الدین
۱۱۱	مل عبدالقوی	۹۹	علامہ وجیہ الدین علوی
۱۱۱	قاضی عبد الوہاب	۱۰۰	قاضی علاء الدین
۱۱۲	قاضی شیخ الاسلام	۱۰۱	قاضی برہان الدین
۱۱۲	قاضی ابوسعید	۱۰۱	مولانا صبغۃ الشر
۱۱۲	قاضی عبد الشر	۱۰۲	شیخ عبد القادر
۱۱۲	قاضی عبدالجہید	۱۰۲	محمد بن عمر آصفی
۱۱۵	مشریعت خاں	۱۰۳	مولانا احمد کردی
۱۱۴	قشریع خاں	۱۰۳	مولانا محمد فرید
۱۱۴	نورا بخت	۱۰۲	سید محمد صنوی
۱۱۴	عبد ابخت	۱۰۲	شیخ جمال الدین
۱۱۴	محی الدین	۱۰۵	مولانا نور الدین
۱۱۴	اکرام الدین	۱۰۵	مولانا خیر الدین
۱۱۹	انڈکس مرتبہ ز محمد بن یاث الدین ندیع	۱۰۴	مولانا ولی الشر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چھ کتابے متعلق

(از مولانا ابوالحسن علی ندوی مذکور)

پہلی نظر کتاب جس کا نام مصنف نے "یادا یام" تجویز کیا تھا، سب سے پہلے ۱۹۱۹ء میں آں اندیا محدث ایجوکیشل کانفرنس علی گڑھ کی طرف سے مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ کاچ میں صفت کی حیات میں طبع ہوئی تھی، اس وقت کتاب کی ابتداء میں کانفرنس کے آنری چوائٹ سکریٹری نواب مولانا حبیب الرحمن خاں شرفاںی کا (جو بعد میں نواب صدر یار جنگ کے لقب سے ملقب اور ریاست حیدر آباد دکن کے صدر الصلوڈ امور زیرہ بیک کے منصب رفیع سے شہور ہوئے) مختصر مقدمہ تھا، جس میں انھوں نے اس مقید و پرمغز، فکر انگیز و پراز معلومات رسالہ کی تحریر کی تقریب و تحریک کا ذکر کیا اور اس کی علمی، تاریخی اور ادبی حیثیت پر چند لفظوں میں روشنی ڈالی، مصنف کے فرزند مولوی سید عبد العلی حسنی صاحب بی، ایس سی کا (جو بعد میں مولانا ڈاکٹر حکیم سید عبد العلی ناظم ندوۃ العلماء کے نام سے جانے پہچانے گئے) تیار کیا ہوا گجرات کا نقشہ بھی شامل تھا، رسالہ کی کتابت و طباعت مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ کی روایات کے مطابق معیاری و نہایت دیدہ زیب تھی۔

اس کی اشاعت کے سات برس اور مصنف علام کی وفات کے تین برس بعد اس کی دوبارہ طباعت کی ضرورت تھی گئی، اور شایلی کبلڈ پوکھنؤ نے مولوی سید کلیم احمد صاحب فیصلہ کبلڈ پوک کے اہتمام میں اس کو دوبارہ لکھنؤ سے شائع کیا، ابتداء میں مصنف کے خلف الرشید ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کے قلم سے مصنف کا بسو طنز کرہے ہیں، جو کتاب کے تینیں صفحات میں آیا ہے یعنی تذکرہ ان سب تذکروں، تعارف اور مستقل سوانح کی بنیاد ہے، جو بعد میں لکھی گئی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ اس ایڈیشن کی کتابت و طباعت معیاری نہ تھی۔

ایک عرصہ سے اشتہارات و غیرہ کا اہتمام ہونے کی وجہ سے کتاب کتب خانوں میں اور اہل علم کے مختصر حلقة میں مدد و ہدایہ کر رہے تھے، اور اس کا اندریشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کا شمار زیاب کتب وسائل میں ہونے لگے اور علمی و تحقیقی کام کرنے والے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں، راقم الحروف کے دل یہ جس کی ذہنی پرداخت تاریخی ذوق اور تحریری صلاحیت میں اس مختصر رسالہ کا (صحیح مصنی میں) بمقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصدقہ ہے، بنیادی حصہ ہے اور جو رسالہ کی اہمیت و افادیت سے اچھی طرح واقع تھا، جیسا کہ اس نے "حیات بعد احیٰ" میں اس رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کا انطباع کیا ہے، دوبارہ اس کی اشاعت کی تحریک پیدا ہوئی، اور اس نے کانفرانس کے موجودہ سکریٹری اور رسالہ کی تالیف کے محرک اول نواب صدر یار جنگ کے فرزند نواب مولوی عبد الرحمن خاں شروعی سے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے لئے اس کی دوبارہ طباعت کی اجرازت طلب کی، جس کو جناب موصوف نے ازراہ تعلق و ذوق علمی بخوبی منظور فرمایا۔

اس موقع پر خیال پیدا ہوا کہ اس ایڈیشن میں شامل کرنے کے لئے کسی ایجنسی تحقیق فائل واہل قلم سے مقدمہ و تعارف لکھنے کی فرائش کی جائے جس نے ہندوستان کے اسلامی حبہ کی تاریخ کا مختلف پہلوؤں سے وسیع و عیقین مطالعہ کیا ہوا اور وہ اس کے فکر و مطالعہ کا خاص میدان و موصوع ہوا، اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں فاضل گرامی پروفیسر خلقی احمد ناظمی کی شخصیت علوم ہوئی، جو اس وقت اس موضوع میں تیز خاص رکھتے ہیں اور جن کے روان و شاداب قلم سے "تاریخ مشائخ نجاشت" و "سلطانین دہلی کے مدہبی رجحانات" جلیسی گرانقدر تصنیفات نکل چکی ہیں۔

اس کا بھی اندازہ تھا کہ وہ مصنف "یادا یام" کے دوسرا علمی کارنا موس (نزہۃ النحواطر) و "الثقافۃ الاسلامیۃ فی المند" کی علمی قدر و قیمت سے بھی واقف اور اس کے معرفت و معرفت ہی انہوں نے از راہ محبت یہ درخواست منظور کی اور ایک فاضلانہ اور پریاز معلومات مقدمہ سپر و قلم فرمایا جس سے اس ایڈیشن کی قدر و قیمت اور قارئین کی واقفیت و معلومات میں بیش قیمت اضافہ ہوتا ہے یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ میرے برادر اکبر مولانا حکیم ڈاکٹر عبد العالیٰ صاحب مرحوم نے مصنف کا جو تذکرہ و تعارف لکھا تھا، وہ بھی کسی قدر حذف و اضافے کے ساتھ شامل کر دیا جائے کہ اس کے بعد راقم کے قلم سے "حیات عبدالحکیم" کے نام سے مصنف مرحوم کی بسو طسوائی ندوہ المصنفین دہلی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، ڈاکٹر صاحب مرحوم کا تیار کیا ہوا نقشہ بھی اس ایڈیشن میں شامل کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ ان سب ضافوں کے ساتھ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا شائع کیا ہوا ایڈیشن زیادہ مفید و بیش قیمت بن جائے گا، اور یہ کتاب ان جدید حلقوں میں لے جا

آسانی سے پہنچ جائے گی، جو اس کے شائق اور اس کے لئے تجویز تھے؛ اور اگر خدا کو منظور ہو تو اس کا انگریزی اور جگاتی میں ترجیبہ بھی ہو جائے گا، اثر تعالیٰ ان کو شششوں کو مقبول و بار آور بنائے اور وہ نہ صرف اہل بحراۃ کے لئے بلکہ پوئے ہند و تسانی مسلمانوں اور اس سے بڑھ کر ملت اسلامیہ کے لئے چشم کش اور بہت افزا شتابت ہو۔

ابوالحسن علی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لیکھنؤ

۱۲ محرم ۱۴۷۰ھ
۱۲ نومبر ۱۹۸۳ء

پیش لفظ

(از پروفیر خلیق احمد نظامی صاحب۔ صدر شعبہ تابع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)
اور نگ زیریب عالمگیر نے اپنے فرزندشاہزادہ محمد اعظم کو جوان دنوں گجرات کا
گورنر تھا، ایک خط میں لکھا تھا:-

”گجرات کر زیریب وزیریت ہندوستان ست، اہل کسب و ارباب ہز

ہمہ جہت می باشند“

اور اس میں کوئی مبالغہ نہ تھا، شاہ جہاں کی نظر میں اگر جو پور ”شیراز ہند“ تھا، تو
عالمگیر گجرات کو ہندوستان کی حسن و زیبائش سمجھتا تھا، ابوالفضل کے بقول اس کی
حیثیت ایک گلستان کی تھی جس میں ہر زنگ و بوکے پھول تھکتے تھے، گجرات صدیوں تک
علم و فن کام کر رہا، ارباب ہنس کا گہوارہ، ارشاد و تلقین کا سارِ حشریہ، اقتصادی زندگی کی
شہرگ اور ایک سرگرم تجارتی منڈی رہا تھا، روحاںی اور مادی زندگی کی ساری نعمتیں
بیہاں صحیح ہو گئی تھیں، بعض اعتیار سے تو ہندوستان کے قرون وسطی کی تاریخ میں
اس کو پورے ملک میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، ہندوستان کا یہی وہ علاقہ تھا
جس کے سربراہی اڑوں پرستے پہلے مسلمانوں کی نگاہ پڑتی تھی، ارض ہند سے عربوں کے

تعلن کی ابتداء حقیقتاً اسی خطے زمین سے ہوئی، حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں عربوں نے سوا صلی بھی تقدیم کرکھا، کوئی تجنب نہیں کر کچھ صحابہ بھی یہاں آئے ہوں، اور اس سر زمین میں آسودہ نواب ہوں، حضرت عمر بن الخطاب کے بعد یہ علاقہ عربوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا، ۱۵۹ھ میں عباسی خلیفہ نے یہاں جو فوج بھیجی تھی، اس میں ابو بکر بن بنی بن صیع البصری بھی شامل تھے، وہ نہ صرف تابعی تھے، بلکہ حدیث کی پہلی کتاب بانخنوں ہی تیار کی تھی، ان کے حلقہ تلامذہ میں امام سفیان ثوری، امام عبد الرحمن بن مہدی، امام وکیع بن جراح، امام علی بن عاصم، جیسے ائمۂ دین شامل تھے، اسی طرح گجرات میں علم حدیث کی داغ بیل ایسی مبارک ہستی کے بانخنوں پڑھی جس کے خوبیں کمال کے خوشہ چیں اس عہد کے مثا ہیر علماء تھے، دہلی کا مرکز حدیث، گجرات کے بہت بعد منصہ شہود پر آیا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے الہمی اپنی من درس نہیں بھکھائی تھی کہ گجرات علم حدیث کا مرکز بن چکا تھا، صحیح بخاری کی دو شریحیں، جو غالباً ہندوستان میں بخاری کی سب سے قدیم شریحیں ہیں، یعنی بدرا الدین محمد بن ابو بکر کی "مصابیح الجامع فی تشریح صحیح البخاری" اور سید عبد الاول بن علاء الحسینی کی "فیض ابخاری فی تشریح صحیح البخاری" اسی سر زمین پر لکھی گئی تھیں، یہاں علامہ مشعل الدین سخاوی علامہ ابن حجر کی وغیرہ کے تلامذہ کافی تعداد میں آ کر بس گئے تھے، اور انخنوں علم حدیث کی تزویج و اشاعت میں اپنی زندگیاں گزار دی تھیں، یہاں کی درس گاہیں اور خانقاہیں، ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند سے تشنگان علم و معرفت کو گھینچتی تھیں، سو ہبھوں اور ستر ہبھوں صدی میں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینی اور رلقاء فتنی زندگی کا مرکز تقلیل گجرات کی طرف منتقل ہو گیا ہے، اور شاید یہی کوئی دینی یا علمی شعبہ

ایسا ہو جس کے تجویز عالم بیان موجود نہ ہوں، علامہ عصر مولانا حکیم سید عبدالحکیم مرجم نے صحیح لکھا ہے کہ علوم و فنون میں اگر گجرات شیراز تھا، تو حدیث کی خدمات کے لحاظ سے میمون سے ماشلت رکھتا تھا، علم حدیث کی سرگرمی کے ساتھ مالتا ہیاں فقیریں بھی شاندار کارنامے انجام پائے تھے، روحانی خانوارے، باخصوص حاشیہ سہروردیہ، مغربیہ اور شطاطاریہ مسلموں کی عظیم اشان خاتقاہیں اور جماعت خانے بیہاں قائم ہوئے، اور بیہاں سے ملک کے دوسرے علاقوں میں ان کے ذریعہ مسلموں کا دور تجدید و احیاء شروع ہوا، ہندوستان کے کسی دوسرے علاقے کی علی اور تندی سرگرمیوں کی تاریخ اتنی مسلسل اور طویل نہیں ہے جتنا گجرات کی۔ اگر یاسی اور معاشری نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو گجرات کی اور بھی دلاؤیز تصویر اُبھر کر سامنے آتی ہے، صدیوں سے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں یوتیجارتی سرگرمیاں جاری تھیں، ان کے سب سے اہم مرکز گجرات ہی کے بندگاہ تھے، سلطان سکندر لودھی کی ہاکڑتھا:-

”مداریا دشاہ دہلی پر گندم و جوار است و بنیاد بادشاہ گجرات بر جران
و مردار یک رہشتاد و چپار بند ردنخت شاہ گجرات است“ (مرآۃ سکندری)
مؤرخوں نے گجرات کی اقتصادی خوش حالی، اس کی عمارتوں کی خوبصورتی اور اُس کی صحت بخش آب و ہوا کی تعریف کی ہے، معاصر مؤرخ محمود بخاری، احمد آبادیں دولت کی فراوانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”دریبوری و آبادانی آں چنان بود کہ تمام ترازو ہائی بقالان عمود و گفتین

از زربود، ریمان ایشیم داشت و تمام اہل سوق رانیز نگ و ترازو

از زربود سالہا آبادان باندہ (تاریخ سلاطین گجرات)

اسی دور کا ایک شاعر ہیاں کی آب وہا کی تعریف اس طرح کرتا ہے ہے
 ہواش معبر چو باد بھار نیمش معطر چو مشک تشار
 بصورت نمودار باغ بہشت ہمہ خاک او مشک و عنبر رشت
 ریاضت مفرح تراز بوستان وزو بوستان ارم بوستان
 شدہ صیت اور بیطزین زلک عرب تا بسر حدیث
 اس کے بندگا ہوں نے تمام ایشیائی حاکم سے رشته قائم کر لئے تھے، ہندوستان
 کے حاجیوں کے قافلے اسی سر زمین سے گزر تھے۔

تاریخ گجرات کے ان تمام پہلوؤں پر جس اختصار لیکن موثر اور محققانہ انداز میں مولانا حکیم سید عبدالحی مرحوم نے "یاد ایام" میں نظر ڈالی ہے، وہ حیرت انگیز ہے، انھوں نے گجرات کی ہزار سالہ تاریخ کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کوہہ میں دریا سما گیا ہے، شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس پر گفتگونہ کی ہو، حشو و زوائد سے پاک، لیکن تاریخی اہمیت کی معلومات سے بھری ہوئی، یعنقر سالہ حقیقت میں ایک رہنمَا اور رہبر کی حیثیت رکھتا ہے جس سے تاریخی کام کرنے والے روشنی حاصل کر سکتے ہیں، اس سے تاریخ گجرات پر تحقیق کی گز رکا ہیں ہی روشن نہیں ہوئی ہیں، بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقوں پر کام کرنے والوں کے لئے ایک اعلیٰ قابل تقید نہونہ سامنے آ گیا ہے، تاریخ گجرات کے بعض علمی اور ثقافتی پہلوؤں پر مصنفوں کی نگاہ پہنچی ہے، اور وہ اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے ہیں، ان پر متعلق کام کیا جا سکتا ہے، اس اختصار اور جامعیت کے ساتھ یہ کام صرف وہی انجام

دے سکتا تھا، جس کی آنحضرت پر وسیع اور گہری نظر ہو، اور جو تاریخ کے خام مواد کے انبار میں سے ایسی تفصیلات نکال کر تاریخ کے پوچھتے میں پیش کر سکتا ہو جسے اس عہد کی جیتنی جاگتی تصویر آنکھوں کے سامنے آجائے، حقیقت میں مولانا حکیم سید عبدالمحیٰ مرحوم کی حیثیت ایک متخرک داعڑہ المعارف کی تھی، انکھوں نے بہابہ اپنے شبانہ روز اسلامی ہند کی تاریخ اور تدن کے آنحضرت کو کھنگا لاتھا، اور ایسے گوشوں کا پتہ لگایا تھا، جہاں مؤرخین کی ترجیس نگاہیں نہ پہونچ سکی تھیں، مولانا مرحوم تاریخ کی افادیت اور سوراخ کی ذمہ داریوں دونوں کا صحیح احساس رکھتے تھے، تاریخ ان کی نظر میں واقعات کی کھتوں سے زیادہ قوموں کی حیات اجتماعی، ان کی علمی اور ذہنی جدوجہد، انکار اور اعمال کی تفسیر، اور انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی عکاسی کا نام تھا، ان کا خیال تھا کہ ہندوستان میں تاریخ نویسی بہت محضراً و محدود مقاصد کی چاکری میں لگ گئی ہے، فرماتے ہیں:-

”ملک کی بد نہادی دیکھئے کہ ابتداء سے اب تک ہندوستان کی سیکڑوں تاریخیں لکھی گئیں اور مختلف عنوانوں سے لکھی گئیں مگر ان میں سے کوئی کتاب تاریخ نویسی کے صحیح میمار پر پوری نہیں اتری، جس کتاب کو اٹھا کر دیکھئے معلوم ہوتا ہے کہ رزم بزم کا کوئی افسانہ ہے، قرنا و کوس کے ذکر سے اگر کوئی صفحہ خالی ملے گا، تو چنگ و رباب کے ذکر سے اس کو آپ خالی نہ پائیں گے، اور اگر مقصہ عبارتوں اور مسجح فقوہوں کے خارزاریں آپ کا دامن الجھ گیا تو یہ بھی ملنے کا نہیں، ایسی حالت میں کیا توقی ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے اسلام کی علمی زندگی کی صحیح تصویر ایسے ناتمام مرتع میں پائیں؟“

"یاد ایام مختصر نویسی کا اعجاز، اور تاریخ نویسی کا شاہکار ہے، یہاں عبارت کی دلکشی بھی ہے، اور تاریخ کا ایک وسیع، بخوبی، جاندار اور بصیرت افروز نصب العین بھی یہ کام صرف "نزہتہ انخواط" اور "اشقافتہ الاسلامیہ فی الہند" کا مصنفت ہی انجام دے سکتا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے بڑی کامیابی سے یہ تاریخی خدمت انجام دی ہے، اور سیکھوں کتابوں کا اعظم حنید صفحات میں پیش کر دیا ہے۔

اسلامی فتوحات سے قبل ہندوستان کے جس علاقہ سے عرب سب سے زیادہ متفاوت تھے وہ گجرات تھا، عرب سیاحوں اور ہجرا فیہ نویسون نے اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے، البر ولی اور ادریسی نے یہاں کے دریاؤں اور ہجرا فیہ ایئی حالات پر بچپ روشی ڈالی ہے، مسعودی (م ۳۷۵-۴۹۵ھ) "مروج الذہب بِ مَادَنِ الْجُهْرِ" میں گجرات کے راجہ بلہر کے متعلق لکھتا ہے:-

"ندھہ اور ہندوستان کے راجاؤں میں راجہ بلہر اکی طرح مسلمانوں کو اور کسی کی حکومت میں عزت حاصل نہیں ہے، اسلام اس راجہ کی سلطنت میں محفوظ اور معزز ہے، اس کے ملک میں مسلمانوں کی نماز پڑھکارنے کی مسجدیں اور جامع مسجدیں، جو آباد ہیں"

گجرات کے راجہ نے عرب تاجر ووں کے لئے جو ساحلی علاقوں میں بن گئے تھے، مسلمان قاضی مقرر کئے تھے، جو "ہنرمن" کہلاتے تھے، تاریخی شہزادوں سے ثابت ہے کہ گجرات میں مسلمانوں کا یہاں اقتدار قائم ہونے سے قبل مسلم آبادی اور اس کے ثقافتی ادارے وجود میں آگئے تھے، م ۳۷۵-۴۹۵ھ میں بھروسہ مدرسہ مولانا اسحاق کے نام سے مشہور ہوا، قائم ہوا تھا، م ۴۵۸-۶۰۵ھ میں بھروسہ کی جامع مسجد تعمیر ہوئی، اس وقت تک

وہاں کوئی مسلمان حکمران نہیں تھا۔

گجرات پر مسلمانوں کا باقاعدہ سیاسی تسلط علاء الدین خلجی کے عہد میں قائم ہوا، علاء الدین کو اس علاقہ کی فتح اور یہاں کے تندی حالت پر اثر انداز ہونے کا جس قدر خیال تھا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو منگلوں کے حلقوں سے تباہ ہو کر ہندوستان کا رخ کر رہے تھے، گجرات بھیج دیا تھا، شیخ عبدالحق بن محمدث دہلیؒ کے جدا علی آغا محمد ترک جب ہندوستان پہنچے تو سلطان نے ان کو گجرات روشنہ کر دیا، خود شیخ محمدثؒ لکھتے ہیں :-

”برائے تسخیر مالک گجرات و فتح بتادر آں با جماعت از امراء عالی شان“

متین شد، از امضا و انصرام آں ہم حکم سلطانی ہما بنا خا نخیم اقامست

ساخت“ (اخبار الاحیا)

شیخ عبدالحقؒ پر گجرات کی رونق اور اس کی اہمیت کا جواہر تھا، اس کا اندازہ اس شعر سے ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں ہے

حقی از گو شہر دہلی نہ نہم پا پیروں

خود گرفتیم کہ ملک گجراتم دادند!

یعنی ملک گجرات کا عطیہ، بڑے سے بڑا عطیہ تھا، جس کی تمنا کی جا سکتی تھی، لیکن دہلی سے ان کا تعلق اس کو بھی قبول کرنے کی اجازت نہ دیتا۔

علوم نہیں کہ کیا اسباب تھے، کہ علاء الدین خلجی کے بعد محمد بن تغلق نے بھی یہ کوشش کی کہ علاماء و مشائخ گجرات جائیں، اور وہاں حکومت کا ہاتھ طائینیں بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے پرپوتے شیخ معز الدین ابودہنی کو سلطان نے گجرات کا

انتظام پر کیا تھا، لیکن وہ وقت بہت نازک تھا، اور صوبہ باعیانہ تحریکوں کی آمادگاہ بننا ہوا تھا، چنانچہ وہ باعیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے، بہر حال ۱۲۹۹ء سے ۱۳۰۶ء تک ضلعی اتفاقی سلاطین کے مقرر کردہ گورنر گجرات پر حکومت کرتے رہے جب سلطنت دہلی مائل ہے زوال ہوئی تو اور علاقوں کی طرح یہاں بھی آزاد صوبائی حکومت قائم ہو گئی، جو ۱۳۰۵ء تک بر سر اقتدار رہی، ان صوبائی حکومتوں کے زمانہ میں گجرات کی تبدیلی زندگی میں حیرت انگیز ترقی روتا ہوئی، گوجری زبان نے اسی زمانہ میں نشوونما پائی، گوجری میں صد ہزاری اور فارسی الفاظ شامل ہو گئے، جس سے اُن سالی روایت پر روشی پڑتی ہے، جو عصر سے یہاں کی ثقافتی زندگی پر اثر انداز ہو رہے تھے، اس زمانہ میں گجرات کی خوابیدہ صلاحیتیں یک لخت بیدار ہو گئیں اور یہاں بڑے پیمانے پر علم و ادب کے چرچے شروع ہو گئے، تہذیب و تمدن کی جلوہ آرائیوں نے آنکھوں کو خیرہ کر دیا، رفاه عام کے کاموں میں حکومت نے غیر معمولی تحریکی اور جگہ جگہ مدرسے، مسجدیں، تالاب اور رختقاہیں کچھ اس طرح وجود میں آئیں کہ بلاشبہ گجرات پرے ہندوستان کی زیست بن گیا، ساحلی علاقوں میں تجارت کی سرگرمیاں اقتصادی استحکام کا باعث بنیں، مظفر شاہ، احمد شاہ، محمود شاہ بیگیڑہ کا دور گجرات کی تاریخ کا عہدہ زریں تھا، جس میں تہذیب تبدیلی علم وہنر کے نئے رجحانات نے پرورش پائی، نئے شہر آباد ہوئے اور مضافاتی آبادیوں کا سلسلہ ہر طرف قائم ہو گیا، مدنی زندگی کو جو رونق اس زمانہ میں حاصل ہوئی وہ فقید المثال تھی۔

۱۳۰۵ء میں اکبر نے گجرات کو سلطنت مغلیہ میں شامل کیا، اس کی مہم کا حال

فیضی نے ایک شنوی میں لکھا ہے، خود فیضی گجراتیوں سے بے حد مناثر تھا، لطیفہ فیضی "میں اُس کے یہ اشعار ملتے ہیں۔

من کر کشی گجراتیان بیدادم	خراب عشوہ خوبان احمد آبادم
ہسی قدی ز سرتاز جلوہ نہ نہود	کا پچھو سایہ بدناوال آن نیقتادم
بہر طرف کر خرامید سرو آزادی	غلام او شدم و خط بندگی دادم
پورشک گلشن قردوں حمر آباد است	ازو بساد بروم کنند چوں آدم
برون نرقتن از آنجا تصورت محال	چرا بروں نرم من ہم آدی رادم
بحمن مردم گجرات یا زمیت و لے	نہیں روند جوانان دہلی ازیادم
حدیث عشت توفیضی کر نقلستان است	بزم جر عکش دھلوی فرتادم

مغل گورنر وں میں جو بیہاں تعلین ہوئے، مرزاعر زیر کو کلتاش، خان خانان، شہزادہ نجم شہزادہ اوزنگ زیر وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ۱۷۵۵ء تک گجرات مغلوں کے زیر نگذین رہا، اس کے بعد بیہاں کی تاریخ نے دوسرا رخ یا، اور مہڑوں کا تسلط قائم ہو گیا، پھر بیہاں کی حکمرانی تبدیلی حیثیت میں فرق آگیا۔

مسلمانوں کے سیاسی افتدار کے زمانہ میں گجرات کی تبدیلی زندگی میں حیرت انگیز ترقیاں ہوئیں، باخصوصی بیہاں کی سرفیک عمارتوں نے اس علاقہ کو عروس البلاد بتایا اور بیہاں کا طرز تعمیر ترقامی اور اسلامی تعمیری روایات کا نہایت ہی جیلین امتزاج سمجھا جائے گا، بابا ارجمن شاہ (م ۶۳۴ھ / ۱۲۳۶ء) کے مقبرے کا کتبہ فارسی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں ہونا بہت معنی خیز ہے، اسی طرح احمدنگر میں قاضی کی باولی کے قبورے عربی اور دیوناگری میں ملتے ہیں۔

گجرات میں جھیلیں، باولیاں، تالاب، حوض، کنویں بہت کثیر تعداد میں بنائے گئے تھے، اس کا بڑا سبب یہاں پانی کی بھی ہجس کی طرف کچھ اشارات شیخ نظام الدین اویس اور ایوائے کے ملعوظات میں بھی ملتے ہیں، احمد آباد کا "حوض قطب" ہندوستان کا سببے بڑا حوض تھا، یہاں کے مدارس، مساجد اور خانقاہیں پوسے ملک میں شہرت رکھتے تھے، ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ کھبایت کے سب متول سوداگروں کے مکانوں سے عجیب تھیں، ابو الفضل لکھتا ہے کہ احمد آباد میں ایک ہزار مسجدیں ہیں، جن کے بیانارے اور کتبے انتہائی شاندار اور دلکش ہیں، ابو الفضل کا خیال تھا کہ احمد آباد کی زینت کا حقیقی سبب اس کی مساجد ہی تھیں، یہاں کے مدارس صدیوں تک تشنگان علم کی پیاس کو بجھاتے رہے، محمود شاہ اول کے زمانے میں یہاں متعدد "مدارس بیشت آئین" قائم کئے گئے، سرخیز احمد آباد، سورت، نہروال کی علمی شہرت دور و تک پھیلائی تھی، مولانا وجیہ الدین علوی کا مدرسہ متلوں درس و تدریس کا مرکز رہا اور ملک کے بڑے بڑے عالم یہاں علمی پیاس بجھانے کے لئے آتے رہے، ان مدارس میں طلباء کو وظائف کثیر تعداد میں ملتے تھے، اور ان کے کھانے اور رہنے کے لئے حیرت انگیز سہولتیں فراہم کی گئی تھیں، اس سلسلہ میں عثمان پور کا مدرسہ، خان سرور کا مدرسہ، نہروال کا مدرسہ سرخیز کا مدرسہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ہندوستان کی کوئی علمی تاریخ ان کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

گجرات کے علماء میں مولانا نور الدین شیرازی، مولانا جمال الدین محمد بن عمر حضرتی، شہاب الدین احمد العباسی المصری، شیخ علی متفقی، سید عبدالاول حسینی، مولانا وجیہ الدین علوی وغیرہ کے نام ہندوستان کی علمی تاریخ میں قابل فخر نام ہیں،

شیخ علی مہاگئی کے متعلق مولانا سید عبدالمحیٰ مرعوم کا یہ جملہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا،
”سیرے نزدیک ہنر و تان کے ہزار سال دوسریں شاہ ولی الشمرحدت دہلوی“ کے سوا
حقائق نگاری میں ان کا کوئی ظیہر نہیں۔ لیکن اس وجہت علمی کے باوجود ان کے
متعلق ہماری معلومات کے بہت سے گوشے تشویش، تفسیر و تعبیر ہیں، قاضی جلجن کی علمی
شهرت قحطانیہ تک پہنچ گئی تھی لیکن ان کی زندگی کی تفصیلات اب تک میر نہیں ہو لاتا
حکیم سید عبدالمحیٰ مرعوم نے جن علماء گجرات کے نام لئے ہیں، ان میں سے صرف چند
مخدوم علمی مہماں ہیں، علامہ شیخ محمد بن طاہر حمدت پٹپتی، مولانا وحی الدین علوی پر کچھ
کتابیں اور مصنایں پھیپھی دنوں سامنے آئے ہیں، لیکن بیشتر علماء پر اب تک کوئی
کام نہیں ہوا۔

گجرات میں جن صوفیہ اور مشائخ نے مندارشا دیکھائی ہے، اس کا اجمالی تعاز
”یاد ایام“ میں آگیا ہے، مولانا مرعوم نے مختصر ایکن انتہائی بالغ نظری اور دردیہ و ری
کے ساتھ مشاہیر صوفیہ کے کام کی نوعیت کو واضح کر دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ گجرات
کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی سرزین تقریباً تمام ان سلاسل کو جھنوں نے ہندوستان
میں ارشاد و تلقین کا کام انجام دیا ہے، راس آئی اور یہاں ہر سلسلہ کی خانقاہیں قائم
ہوئیں، اور حب دہلی اور ملتان کی شمعیں بجھنے لگیں تو احمد آباد، سرخیزو وغیرہ کی سرگرمیوں
آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔

جب چشتیہ سلسلہ کا دوراً اول، جو داغ بیل اور تو سیع و اشاعت کا تھا، ختم ہوا
اور دہلی کی خانقاہوں پر پر مردگی کے آثار طاری ہو گئے تو گجرات کے روحاںی مرکزوں
میں حرکت پیدا ہو گئی، چشتیہ سلسلہ کے دور تجدید و اجیاء میں شاہ کلیم الشردہ دہلوی کا بڑا تھا

اُن کی تربیت حضرت حبیلہ بن مدینہ کے دامن میں ہوئی تھی، جو ایک عرصہ تک گجرات میں روحانی اصلاح و تربیت کے کام میں مصروف رہے تھے، اسی طرح سہروردی سلسلہ کا جب ملتان اور اوپر کا دوران در پڑا تو گجرات ہی اس کا مرکز بن کر اُبھرا، یہاں ایسے شائع پیدا ہوئے جنہوں نے سہروردی سلسلہ کی عظمت اور جلالتِ شان کو باقی رکھا، سید جلال الدین بخاری محدث و مہمہ بہانیاں کے پوتے سید بہان الدین قطب عالم کے زیر اثر گجرات میں جواہر شاد و تلقین کا ہنگامہ برپا ہوا اس کو تاریخ کا کوئی طالب علم نظر انداز نہیں کر سکتا، مغربی سلسلہ کی عظیم المرتبت شخصیت، شیخ احمد کہتو اسلامی دنیا میں سفر کرنے کے بعد گجرات میں آگرے سے احمد آباد کا نگ بندیاں ہی کے ہاتھوں رکھا گیا جس وقت تیمور کا حملہ ہوا، وہ دہلی میں مقیم تھے، انہوں نے دہلی کو تیمور کے قتل عام سے نجات دلائی تھی، گجرات میں ان کے کام کی نوعیت اور ان کے انداز ارشاد و تلقین کا کچھ اندازہ اُن کے مفہومات "تحفہ المجالس" سے ہوتا ہے، صورت ہے کہ گجرات میں جن بزرگوں نے مختلف مسلسلوں کی نشر و اشاعت اور عوام میں تلقین و ارشاد کا کام کیا تھا، ان کے مفہومات اور کتب و کتابت کو شائع کیا جائے، شیخ احمد کہتو، مولانا وجیہ الدین علوی وغیرہ کے مفہومات اس نوع کی معلومات کا بیش بہا خزینہ ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک عرصہ تک دہلی اور آگرہ کی رونق کا سامان گجرات سے ہسپا کیا جاتا تھا، محلات اور مساجد کی تعمیر میں جو سامان لگتا تھا، اس کو گجرات سے حاصل کیا جاتا تھا، دہلی میں تخت طاؤس کی تیاری کے بعد جو جشن ہوا، اس کے لئے زربفت کا شامیانہ گجرات کے کاریگروں نے تیار کیا، یہاں کے زربفت اور شیم کے

کپڑے ایران، روم اور شام تک جاتے تھے، جب راجہ بنگھنے جے پور آباد کیا تو احمد آباد کا نوٹہ اختیار کیا، اور وہاں کے کارگروں کو بنا کر عمارتیں تعمیر کرائیں مولانا سید عبدالحی مرحوم نے صحیح لکھا ہے کہ شاہان گجرات کی بے شل فیاضی نے گجرات کو قبرص کی صنعتوں اور حرفتوں کا مرکز بنایا تھا، مختلف جانوروں کی نسلیں اوسیں جس طرح بیان تیار ہوئی تھیں، اس کا بھی پوئے ملک میں جواب نہ تھا، سید محمد غوث گوایاری "تھے، شاہنشاہ اکبر بھی ان جانوروں کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا تھا، اور چاہتا تھا کہ شیخ کسی طرح کچھ جانور اس کی نذر کر دیں۔

تایمیخ گجرات کے آخذ کی مولانا سید حکیم عبدالحی مرحوم نے اپنی سورکت اور اراء تصنیفیت "الاتفاقۃ الاسلامیۃ فی الہند" میں نشان دہی کی ہے، بعض کتابیں جو اس وقت مخطوطات کی شکل میں تھیں، اب طبع ہو گئی ہیں، لیکن پھر بھی بہت سا ذخیرہ ایسا ہے جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا، درگاہ پیر محمد شاہ میں ایسے نادر تریخی سخون کا کافی ذخیرہ موجود ہے، جن سے تاریخ گجرات پریش بہا تحقیقی کام ہو سکتا ہے، گجرات کے تمام فارسی اور عربی کتبات کوڈاکٹر ضیاء الدین ڈیلائی نے نہایت محنت سے مرتب کیا ہے،

(PIGRAPHIA) (HISTORY OF GUJARAT) (COMMISSARIT) (INDIA, 1974) مولانا ابوظفر ندوی کی

(TAYMIKH GJERAT AGHRAT KI TENDLI TAYMIKH) (TINTISH CHAND MORAD) (MUSLIM COMMUNITIES IN GUJARAT)

وغیرہ نے تایمیخ گجرات پر غیریک کام کیا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ مولانا سید عبدالحی مرحوم کی یہ کتاب جو سب سے مختصر ہے، ان سب کتابوں سے زیادہ جامد ہے، اور گجرات کی تایمیخ کے سیاسی، تحریکی، علمی اور تذہبی سب پہلوؤں پر حادی ہے، مولانا مرحوم نے ۵۵ صفحات

میں گجرات کی تاریخ کا ایسا جامع اور دلچسپ مرقع پیش کر دیا ہے جو ان کے تبع علی اور تاریخی بصیرت کا کرشمہ ہے، کسی دوسری کتاب کو پڑھ کر گجرات کی وہ تصویر تصور میں روشن نہیں ہوتی جو "یادا یام" کے مطالعہ کے بعد ذہن میں جگہ کاٹھتی ہے، اگر "یادا یام" کے طرز پر مہندوستان کے اور علاقوں کی سیاسی اور تمنی تاریخ کے مرقع تیار کئے جائیں تو قروں وطنی کی ثقافتی تاریخ کے کتنے پہلو روشن ہو جائیں۔!

خلیق احمد نظامی

علی گڑھ ۵ نومبر ۱۹۸۳ء

مصنف کتاب مولانا حکیم سید عبدالحی جوختہ الشعلہ

تعارف و تذکرہ

(از مولانا ابوالحسن علی بڑی)

ولادت

مولانا سید عبدالحی ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ (مطابق ۲۲ دسمبر ۱۸۶۹ء) میں
دائرة حضرت شاہ علم الشریف بیرون شہر رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔

خاندان اور باحول

آپ کا خاندان ہندوستان کا مشہور حسنی سادات کا خاندان ہے اس خاندان میں
بڑے بڑے شاعر، صلحاء و علماء اور مجاہد پیدا ہوئے جن میں سے گیارہویں صدی ہجری کے
جلیل القدر عارف و شیخ وقت حضرت شاہ علم الشریف بیک واسطہ حضرت امام ربانی جنگ الفتیانی
کے خلیفہ ہیں اور یہویں صدی کے مشہور مجاہد و صاحب حضرت یہاں حشیر خاص طور پر نامور و ممتاز ہیں۔
ایم پیش نظر تعارف تذکرہ کی بنیاد پر مضمون ہے جو مصنف مردم کے فرزند اکابر مولانا حکیم سید عبدالحی جو خدمت مروم نے
مصنف کے حالات میں ان کی وفات کے پھر صدمہ تقام بند کیا تھا اور یادیاں مکے درستے اذنش کی ابتداء میں تجھنہ المصنف کے
نام سے شائع ہوا رقم طور نے اس کے ضروری حصے کا اس میں جایا اضافہ کئے تاکہ وہ مصنف کی پیش نظر تصویف کے آغاز میں
شائع ہو سکے اس موقع پر مصنفت کی زندگی کے بعض گوشتے اور ان کے کمالات کے بعض پہلو قصداً شامل مضمون کو لے کر گئے ہیں
یہ دونوں شخصیتوں کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو سید احمد شہیر از مولانا غلام رسول ہر وہی تیریل احمد شہید از رقم۔

مولانا کے والد راجہ مولوی حکیم سید فخر الدین خیالی مر جوم حاذق طبیب اور فکر شاعر پرست مصنف اور فارسی کے ادبی تشارکتھے ان کی تصنیفات میں سے (جن کی خاصی تعداد ہے) ان کی عظیم الشان تصنیف "ہر جہاں تاب" (فارسی) خاص طور پر قابل ذکر ہے جس کو علوم فنون، منہجی و علمی تاریخ کا انسائیکلو پیڈیا کہہ سکتے ہیں، یہ کتاب بڑی تقطیع کی تین حصیم جلدیوں میں ہے، پہلی جلد قلن اسکی پیشہ کے تین حصہات میں ختم ہوئی ہے، اردو اور فارسی کا خیم جموعہ کلام بھی یادگار حکوڑا اور انساب تاریخ پر تصنیفات کا ایک وسیع ذخیرہ جس کا بڑا حصہ غیر مطبوع ہے۔

آپ کے بھین میں آپکے دادبیال (ائے بریلی) اور آپ کے نایبہال (ہنسوہ ضلع پچورہ) میں رشد و ہدایت کا سلسلہ بخاری تھا، ائے بریلی میں مولانا سید ضیاء الدینی خلیفہ مولانا سید خواجہ احمد نصیر آغا اور ہنسوہ میں مولانا سید عبد السلام خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی منداشتاد پر تکن تھے دوسری طرف علم و ادب و شعروlogy کا چرچا تھا، اس روحاںی و علمی ماہول میں آپ نے شووندا حاصل کیا، بھپن ہی سے سمجھی گی، بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور لکھنے پڑھنے کا شوق نمایاں تھا اور اس نماز کے صلحاء و اہل باطن آپ سے بہت نافذ اور آپ کی طرف متوجہ تھے

تعلیم و سلوک

ہنسوہ اور ائے بریلی میں فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر آپ ارآباد تشریف لے گئے اور تقریباً دو سال رہ کر مولانا محمد حسین اللہ آبادی (تمیز رشید مولانا بعد ادیکی لکھنؤی خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ بخاری گنگی) اور دوسرے علماء کی خدمت میں تعلیم حاصل کرتے رہے، ۱۳۱۴ھ میں بھوپال تشریف لے گئے جو مدراسہ المہام جمال الدین خاں اور نواب سید صدیق حسن خاں کی توجیہات سے مرکز علم و علماء ہو رہا تھا، ۱۳۱۵ھ میں آپ کلکھنؤ تشریف لائے اور

بڑی محنت اور جفا کشی سے آپ نے مولانا امیر علی صاحب، مولوی الطاوط حسین صاحب،
مولوی فتح محمد صاحب نائیں، اخوند صاحب، مولانا فضل اللہ صاحب اور مولانا محمد نعیم صاحب
فرنگی محلی سے کتب درسیہ پڑھیں، مولانا محمد نعیم صاحب سے تلمذ خاص رہا، مولانا کو بھی خصوصی شفقت
تھی، آپ کے لکھنؤ کے زمانہ قیام میں آپ کے حلیل القدر و نامور ہم نام مولانا عبدالحکیم صاحب
فرنگی محلی بھروسیات تھے آپ نے ان کی زیارت کی ان کی مجاہس میں بھی شرکیت ہوئے لیکن ابتداً
کتابیں ہونے کی وجہ سے ان سے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی مولانا کے جنازہ اور تدفین کے موقع پر بھی
آپ موجود تھے اس زمانہ میں آپ کا بیشتر قیام مسجد نوازی واقع بازار بھاؤ لاال کے جگہ میں رہا،
جہاں آپ نے بڑی خودداری و عنزت نفس کے ساتھ طالب علمی کے دن پورے کئے پھر اسی محلہ میں
بڑے احترام و تقارکے ساتھ بقیہ زندگی گزاری۔

لکھنؤ سے فراغت کے بعد دوبارہ بھوپال گئے اور مولانا تااضی عبد الرحمن سے باقی
کتب درسیہ مولانا سید احمد دہلوی (سابق انسداد اعلیٰ دارالعلوم دیوبند) سے ریاضی مولانا
شیخ محمد عرب سے ادب اور مولانا شیخ حسین بن حسن الیمنی سے جن کا تبحر علم حدیث، علوم دادور
فاضلانہ درس علماء و طلباء کے لئے جاذب توجہ بن رہا تھا، بڑے انہاک و توجہ کے ماتھے حدیث کی
تحصیل کی، شیخ کو آپ کی طرف خصوصی توجہ تھی اور آپ کے لئے بعض مستقل رسائل تصنیف
فراء کے اسی زمانہ میں آپ نے لکھنؤ کے نامور طبیب افسر الاطباء حکیم عبد العالی سے طب کی کتابیں
پڑھیں، ۱۳۴۵ھ میں لکھنؤ میں آپ نے حکیم عبد العزیز سے "قانون" پڑھا اور حکیم عبد العالی صاحب
کے بیان مطب بر شروع کیا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد ۱۳۱۲ھ (مطابق ۱۸۹۷ء) میں جب آپ کی عمر
۲۶ برس کی تھی آپ نے ہندوستان کے مشہور دینی و علمی مرکزوں کا سفر کیا اچجزیاہ نژاد اطراف دہلی
لہ حال محمد علی بیان گوئن روڈ

اور شمالی مغربی علاقوں میں واقع تھے، یہ فرج جب ۱۳۱۲ھ میں فتح پور (ہنسوہ) سے شروع ہوا، آپ اس سفر میں دہلی، پانی پتہ سرہند کیمپ اقبال، دلویند، پیران کلیر، سہاران پور اگنگوہ، نگینہ اور اس کے متعدد قصبات میں گئے، اور شاہ بیر علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے درس میں شرکت کی، حدیث کی احیازت حاصل کی اور علمی و باطنی استفادہ کیا۔

ان علماء و مشائخ میں مولانا سید زین الدین صاحب بہلوی، مولانا عبد العالی صاحب صدر درس مدرسہ عبد الرہب، مولانا فاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی، سائیں توکل شاہ صاحب بنا لوی، مولانا ذوالفقار علی صاحب دلویندی (والد مولانا محمود حسن شیخ الہند) حضرت مولانا شیداحمد صاحب لکھوہی، میاں محمد سین حصاری خادم حضرت سید احمد شہید رحمة اللہ علیہ اور مولانا سید احمد حسن صاحب اہم وہی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس سفر میں ان کا معمول تھا کہ روزانہ سفر کی یادداشت مرتب کر لیتے تھے، اور علماء و بزرگوں سے سنبھالی ہوئی باتیں انہی کے لفظوں میں لکھنے کی کوشش کرتے تھے اس روزناچہ اور سفر نام سے ان کے ذہنی بلوغ و نبوغ، مرتب رجال اور علمی و دینی سلاسل سے ان کی غیر معمولی واقفیت اور تحریری و ادبی صلاحیت کا نایاب انہمار ہوتا ہے اور کہیں سے یہ بتے نہیں چلتا کہ اس کا لکھنے والا کوئی جوان سال اور نو عمر فارغ التحصیل ہے یہ روزناچہ ارمنیان احباب کے نام سے ان کے سودات میں محفوظ تھا، اتفاقاً — مولانا سید سلیمان ندوی کی اس پر نظر پڑی انہوں نے اس کو معارف میں بالاقساط شائع فرمایا،

ذیلی عنوانات قائم کئے اور جا بجا اپنے قلم سے حواشی اور تشریحی نوٹ اضافہ فرمائے ۱۹۵۴ء میں یہ رسالہ دہلی اور اس کے اطراف کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو گیا، اس سفر سے ان کی

معلومات اور شخصیات کے مطالعہ نہیں گرانقدر اضافہ ہوا جس سے انہوں نے "نزہتہ انوار" کی آٹھویں جلدیں جو معاصرین کے تذکروں پر مشتمل ہے، پر افادہ الٹھایا۔

آپ زمانہ طالب علمی ہی قطب عصر حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی کی خدمت میں کئی بار حاضر ہوئے اور مولانے بلا درخواست آپ کو بیعت فرمائی تھا، اور مخصوصی توجہ و شفقت فرمائی تھی، لیکن مولانا کی وفات یا بعد مکانی کے سبب سے آپ سلوک کے منازل حضرت سید احمد شہید کے سلسلیں اپنے خسر مولانا شاہ ضیاء النبی اور اپنے والد احمد رسولی حکیم سید فخر الدین صاحب (خلیفہ حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی) اور اپنے ماں حضرت شاہ عبدالسلام صاحب بیلوی کے خلفاء کی خدمت میں طے کئے اور ان حضرات سے اجازت و خلافت عطا ہوئی، بیعت غثمانی کے ذریعہ سے حضرت شیخ المشائخ حاجی ابراد الش صاحب مہاجر کی سے بھی بیعت اور توجہات کا شرف حاصل کیا۔

دینی خدمات

آپ کا قلب بڑا درود مدار حساس تھا، آپ نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا اور مسلمانوں ہند کی تابعیت میں ایک دورانِ تقالی اور دو تہذیبیوں اور دو عہدوں (مسلمانوں کے عہدِ ماصنی اور انگریزی سلطنت و تہذیب کے عہدِ اقتدار) کی شکلش کا دور تھا، آپ کے ضمیرِ مراجع میں لہ آپ کی حاضری گنج مراد آبادی میں مرتبہ ہوئی حضرت مولانا کامیور تھا کہ آئنے والوں کو جلد خصت فرمادی کرتے تھے، لیکن آپ نے جب بجازت طلب کی تو فیض سفر کو خصت فرمادی اور ان کو روک لیا اور ان کی خاطر سے بجائے ایک یا دو مرتبہ کے حدیث کا بین مرتبہ درس دیا اس سفر کے دلائی ویزا ثرات و واقعات آپ نے ایک سبق رسالہ میں "انتقام" کے نام سے چھپا دیج کئے ہیں اب وہ راقم سطحور کی کتاب "شذکہ مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی" کا جزو بنادیا گیا ہے
بعنوان "حدب دل"

اصلاح اور جدوجہد کا جذبہ تھا، آپ ایجھی طب کی تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ
ندوہ العلما کا قیام عمل میں آیا اس کے مقاصد و عراائم آپ کی اقتدار طبع اور مناق و ذہن سے
خاص مناسبت رکھتے تھے، آپ اپنے آخری دور طاب علمی ہی میں اس کے ابتدائی جلسوں میں
شرکت فرماتے رہے، بالآخر ۱۹۱۳ء میں آپ نے ناظم ندوہ العلماء مولانا یوسف محمد علی مونگیری
رحمۃ الشریعیہ کی ماتحتی میں کام شروع کیا، ۱۹۱۴ء تک آپ مدگار ناظم کی حیثیت سے کام
کرتے رہے ندوہ العلماء کے جتنے ناظم ہوتے رہے ان کو آپ کے خلاص استقلال و
معاملہ فتحی پر اتنا اعتماد تھا کہ تقریباً نظمت کا کل کام درحقیقت آپ ہی کرتے تھے،
۱۹۱۵ء میں آپ بالاتفاق ناظم منتخب ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری محظوظ
آپ اس منصب پر فراز رہے۔

اس زمانے میں آپ کی ذمہ داریاں اور صروفیتیں گوناگون تھیں ندوہ کی نظمت
اس کے سلسلہ کی خطوط تابت، اس کے دور روز جلسوں کی تیاریاں اور ان میں شرکت، صنیفت
وقایف (جس کا سلسلہ تعلیم کے آخری دور سے شروع ہو کر زندگی کے آخری دن تک جاری رہا)
مطب کی صروفیت اُن تمام ذمہ داریوں اور صروفیتوں کو آپ نے پورے استقلال خاموشی
اور انہماں کے ساتھ نیا ہا۔

اس عرصہ میں ندوہ العلماء کے دائرہ کے اندر اور نہ صرف اس مدد و داعرہ میں بلکہ
ہندوستان کے وسیع قبیلی بڑے بڑے بیاسی طوفان آئے بڑے بڑے انقلابات
اور آزادیوں سے اس تحریک و ادارہ اور پورے ملک کو گز نہ زاپر ایکین آپ کے پائے ثبات
میں لغزش اور آپ کے استقلال طبیعت میں فرق نہ آیا آپ کی وفات پر سید صاحب
فروی ۱۹۲۳ء کے "معارف" میں اس حقیقت کا انہمار اس طرح فرمایا ہے۔

”مولانا سید محمد علی صاحبؒ ناظم تھے، ان کی نگاہ انتخاب فوراً اس بوجہ قابل پر پڑی اور دن بیٹھا اور ان کی وفات کا دن بیٹھا کہ زندوہ ان کی خدمات سے کمی خروم شرہا ندوہ پر کیا انتقلابات آئئے، لکھنے ارکان بدلتے، لکھنے مظہرین آئے اور لکھنے گئے، لکھنے معتد و ناظم عزل و نصب ہوئے لکھنے فتنے اور حادث پیدا ہوئے، گران تمام حالات وحوادث کے طوفان میں ثبات و استقلال کی صرف ایک پیشان تھی، جو اپنی جگہ پر پڑی اور وہ مولانا بعد اجھی صاحبِ مرحوم کی ذات تھی۔“

مزاج و خصوصیات

طبیعت میں خلوت پسندی، اوقار کم گوئی، حیا اور سلامت طبع تھی، نہایت خوددار اور کم آمیز تھے، لیکن اس کے ساتھ نہایت خلیق، خندہ جبیں اور شگفتہ طبیعت تھے، مل کر کام کرنے (تعاون علی البر والتفوی) کی قابلیت بوعصہ سے مسلمانوں میں مفقود ہے، آپ میں ایسی پائی جاتی تھی کہ زندوہ کے ارکان و معتذین سب آپ پر اعتماد رکھتے تھے، اور سی کوئی شکایت آپ سے نہ تھی، تعاون کی حالت میں ڈوزریں اصولوں پر ہمیشہ آپ کا عمل رہا:-

- ۱۔ دوسروں کے جذبات کا لحاظ رکھنا اور ان کے اختیارات میں داخل نہ دینا۔
- ۲۔ اپنے اختیارات کے حدود میں بھی دوسرے محدثین یا ارکان سے مشورہ لے لینا۔

نہایت کم سخن تھے، بلے ضرورت بات کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے، اس کم سخنی اور اخفاۓ حال کا نتیجہ تھا کہ قریبی تعلق رکھنے والوں کو اور بعض ایسے دستوں اور بزرگوں کو جن کے ساتھ برسوں اٹھنے بیٹھنے اور کام کرنے کا موقع ملا، آپ کے بعض ضروری حالات اور نمایاں کمالات کا بھی علم نہ ہو سکا۔

الشرعاً لے نے آپ کی شخصیت میں خاص کشش اور حیوبیت رکھی تھی اور خاص ہبت عطا فرمائی تھی جس مجلس میں ہوتے ممتاز و نمایاں حلوم ہوتے معاش حلال کرنے میں آپ کو انہاں سمجھا، آپ کی سیرت توکل کا پورا مظہر تھی، دن بھر کی آمدی شام تک خرچ کر دینا آپ ضروری سمجھتے تھے اور رات کو روپیہ باقی رکھنا آپ بُرا جانتے تھے، دنیا سے آپ کو بوجھ تعلق تھا، وہ کتب مبنی اور تصنیف و تالیف تھا، اس سے زیادہ آپ نے دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھا، ہمیشہ انہا ایک مرد میں رہتے تھے، اور بے ضرورت کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے تھے، دستخوان و سیح تھا، اور اکثر مستقل ہر ماں مقیم رہتے تھے۔

ادب، حدیث، قرآن اور طب کا درس دیتے تھے، ایک زمانہ میں فلسفہ کی انتہائی تکمیل ہی پڑھائی تھیں، ادب کا درس برسوں سے طب کا درس چند سال سے چھوٹ گیا تھا، اگر قرآن و حدیث کا درس وفات کے دن تک جاری رہا، زندگی کی طریقی آرزو یہ تھی کہ اسی شغل میں زندگی ابراہیم جا جائے دین و دنیا کے ہر کام میں اتباع سنت کا حاضر رکھتے تھے، اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے، ذات نبوی سے وہ وابستگی شفیقتگی رکھتے تھے، جس کی عشق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اکثر پیغمبر و زبان رہتے اور آپ نے بہت سے مضمونیں کا ان کو سزا مر و عنوان بنایا۔

داغ غلامیت کر دزیرہ خسر و بلند میر ولایت شود بندہ کے سلطان خرید

محمد عربی، کابری، ہر دوسرا است کسیکھ خاک درش نیت خاک ببراؤ
بزرگوں اور دینی شخصیتوں میں سے آپ کو حضرت سید احمد شہید اور اس عصر کے علماء و شائخین اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے خاص عقیدت و نسبت تھی، حضرت سید صاحب کا ذکر جہاں کہیں کرتے ہیں، طریقہ والہانہ عقیدت اور شفیقتگی سے کرتے ہیں، بالعموم حضرت سید احمد شہید سعید اور ہمیں حضرت سیدنا کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے متعلق "نہتہ انوار" میں لکھتے ہیں :-

"اگر جھر اسود اور مقام ابرائیم کے درمیان کھڑا ہو کر قسم کھاؤں کریں نے دنیا میں
ان سے بڑھ کر کیم دریم دنیا ر سے بے تعلق کتاب و سنت کا پیر و نہیں دیکھا تو
میں حاشث نہیں ہوں گا اسی کے ساتھ کتاب الشرا و سنت رسول اللہ کا ان سے
بڑا عالم نہیں پایا"

اعز اور احباب کے ساتھ سلوک و صلائر حجی کا بڑا اہتمام تھا، اور پوشیدہ طریقہ پران کی
مد کرنے کا بڑا ذوق رکھتے تھے، برادری کے حقوق ادا کرنے کا بڑا انجیال رہتا تھا، اسی کا دل
دکھانا آپ کے نہ ہب میں ناجائز تھا، مال حرام یا مشتبہ سے ہمیشہ محفوظ رہے۔

نمود و نمائش سے آپ کو سخت لفت تھی آپ نے جو کچھ تصنیفی یا علمی کام کیا،
نہایت خاموشی و گناہی میں کیا، بہت سے قریبی احباب کو آپ کے انتقال کے بعد آپ کے
بعض علمی کارناموں کا علم ہوا، اور بہت سے واقفوں کو "گل رعن" کی اشاعت سے پہلے
یہی علم نہیں ہو سکا کہ آپ کو شعرو شاعری کا بھی ذوق ہے اور الشرائع نے نقد صحیح کا اعلیٰ لک
عطافر فرمایا ہے اور روز بان و ادب کی تاریخ پر ایسا وسیع اور گہری نظر ہے اس کتاب میں
پہلی مرتبہ "آب بیات" پر تفہید کی گئی ہے اور اس کی بعض ان روایات کو تاریخی جیشیت سے
لبے بنیاد ثابت کیا گیا ہے جن کو آزاد کے سخت نگار فلم اور "آب بیات" کی غیر معمولی مقبولیت
کی وجہ سے ملکہ حقیقت سمجھ لیا گیا تھا، نیز اردو زبان و شاعری کے آغاز کے سلسلہ میں اس میں
بعض نئے معلومات اور نظریات میں کئے گئے ہیں، یہ کتاب عرصہ ہوا اور المصنفین کی طرف سے
شائع ہو چکی اور اس کے چاراٹیشن تکلیف کچھ ہیں، متعدد لینیووریٹیوں نے اس کو اپنے نصاب
میں لکھی داخل کیا۔

نہایت ذہین تھے، دوراندیشی اور معاملہ فہمی میں اپنی آپ نظیر تھے، مردم شناسی کا خاص ملکہ تھا، طبیعت ایسی سلیمانی تھی کہ ہر حیز کی اہمیت اسی تناسی سے سمجھتے جس تناسب کو فطرت نے قائم کر دیا ہے بے اعتدالی بے جا عصوبیت اور غلو و مبالغہ سے آپ کی طبیعت کو کوئی مناسبت نہ تھی، طبیعت میں جامیعت اور توسط و اعتدال تھا، مزاج میں نفاث و لطافت تھی، زندگی سادہ گرفزاری نفاست پسند تھا، خوارک بہت قلیل، پوشال بہیش لطیف و نظیف استعمال کرتے۔

علمی کمالات و خدمات

اردو، فارسی اور عربی ادب میں پائیے بلند رکھتے تھے، ہندوستان میں ایسی ملکی شان و فضیلی رکھنے والے شکل سے گزرے ہوں گے، عربی کے متعدد صاحب نظر ادباءے عرب آپ کی عربیت اور حسن تحریر کے قائل پائے گئے، اردو تحریر میں ممتاز و حلاوت کی لطیف آمیزش اور علمی سنجیدگی کے ساتھ زبان کی چاشنی و بے ساختگی میں خصوصاً تاریخی مضمایں میں بڑی لطافت اور ادبی حلاوت ہے جس کا نمونہ ان کی تصنیف "یادابیام" (تاریخ حجرات) اور "گل رعناء" کے حواشی ہیں۔

ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ کے ہشتہ (تاریخ ملوك تاریخ تہذیب و تمدن)

لہ اس کا اندازہ خصوصیت کے ساتھ "زبرہ المکااط" کی آٹھویں جلد اور ان معاصرین کے تذکروں کے مطابع سے ہوتا ہے جن میں سے بعض سے آپ کو سلک بیادوں کا اختلاف تھا، بعض سے زندگی میں اختلافات وہ چکتے تھے اور بعض شخصیتوں سے آپ کو ارادتمندی و عقیدت تھی ایکیں رکھیں جا سکتے، مکالمات کے اعتراف میں بخوبی و متنبی کا شائزہ معلوم ہوتا ہے از کہیں عقیدتمندی کا غلو و درج سرائی میں افراط و بے اعتدالی۔

تاریخ علوم و فنون اور تاریخ سلاسلِ نصوف اور خاندان و انساب) پر عقید اور وسیع نظر رکھتے تھے اور اس موضوع پر ان کے زمانے میں ان کا کوئی ہمسر تھا، ہندوستان کی اسلامی تاریخ کو مختلف بیلوبوں سے وہ اپنی زندگی میں مرتب کر گئے، اور تنہا اتنا کام کیا جو مغربی مالک ہیں پوچھے ادا کے اوس سماں میں انجام دیتی ہیں، اور یہ سب اس خاموشی اور گناہ کے ساتھ کیا کہ نہایت محروم و حلقہ احباب کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی، اور اب بھی اس کام کی وسعت اور عظمت کا اندازہ بہت کم لوگوں کو ہے، درحقیقت انہوں نے وہ قرض یا فرض ادا کر دیا جو ہندوستان کے اہل علم و اہل علم پر صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔

ہندوستان کا تعارف عربی زبان میں

ان کی مائیہ ناز و شہرہ آفاق تصنیف "نزہتہ الْخواطِر" ہے جس کی آخری جلدیں ہیں، اس کا تبت میں ساڑھے چار ہزار سے زیادہ اعیان ہندوستان کا تذکرہ ہے۔

تام اسلامی مالک ہیں جو اسلامی حکومت یا اسلامی تہذیب و علوم کے قلمروں میں شامل تھے، تنہا ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے پوچھے اسلامی دور کی تاریخ تسلیم و ترتیب کے ساتھ مرتب ہو گئی ہے، اور اس میں کوئی خلاپا یا نہیں جاتا، بڑے طبقے نامور اسلامی ملکوں کے بالکل فرزندوں کے جو تذکرے لکھے گئے ہیں، ان میں صدیوں کا خلاپا یا جاتا ہے کہی صدی کے کئی کئی تذکرے ہیں اور کئی کئی صدیاں کی مستند تذکرہ سے خالی ہیں لیکن "نزہتہ الْخواطِر" کا ایک طرف زمانی رقبہ پہلی صدی ہجری سے پودھویں صدی ہجری تک محيط ہے اور سری طرف اس کام کا نام و جغرافیائی رقبہ درہ بیہرے سے خلیج بنگال تک وسیع ہے اور اس میں تکسی دور کے اعیان و مشاہیر کو نظر اندازی کیا گیا ہے اذ کسی قریب و قصبه کی کسی معروض شخصیت یا اس کے

علمی کارنامہ سے تفافل برداگیا ہے کتاب سوانح نگاری کا ایک جنتیا جاگتا مرقع ہے جس میں اصحاب سوانح کے حقیقی خط و خال نمایاں کرنے کی امکانی کو شرمندگی کی گئی ہے وہ تمام ضروری معلومات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ میں سے بھی دستیاب ہو سکیں اور جہاں ضرورت سمجھی گئی تنقید و انہصار حقیقت میں تامل نہیں کیا گیا یہ کتاب شرق و مغرب کے علمی حلقوں میں یکساں طور پر اس موضوع پر سب سے بڑے باخدا کی جیتنی رکھتی ہے اس کی مکمل جلدیں دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد کی طرف سے شائع ہو کر درود راز ملکوں میں پہنچ چکیں ہیں پہلی جلد باخدا و معلومات کی کمی کی وجہ سے پہلی صدی ہجری سے سالوں میں صدی ہجری تک کے اعیان کے تذکرہ پر مشتمل ہے پھر ہر جلد مستقل ایک ایک صدی سے تعلق رکھتی ہے۔

”معارف العوارف“ ہندوستان میں علم و تعلیم کی تابعیت اور ہزار سال اسلامی عہد کے مصنفوں اور تصنیفات کی ڈاکٹریتی ہے وہ اس سلسلہ میں ہندوستان کے متعلق متنہ معلومات کا سب سے بہتر باخدا اور ذخیرہ ہے بعض تصنیفات کی کوئی خشک فہرست نہیں ہے جس میں صرف کتابوں کے نام پر اتفاقاً کیا گیا ہو پہلے ہر علم کی تعریف اور تاریخ بیان کی گئی ہے اور اس علم کی متنہ و شہرو اور معیاری کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے پھر اس موضوع پر علماء ہند کی تصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے شروع میں قدیم نصاب تعلیم کا مکمل نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اس کی عہدہ بہت زیادیوں اور ان کے حرکات و اباب کی نشانہ بھی کوئی ہے انتہا یہی ایک مستقل علمی کارنامہ ہے، شرق اوسط اور عالم اسلام میں ہندوستان کو اس جیتنی سے متعارف اور مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمات سے واقعہ کرنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ”معارف العوارف“ کو دشمن کی مشہور سرکاری اکادمی ”الجمع العلمی العربی“ نے

لے اب وہ ”صحیح اللغو العربی“ کے نام سے موسم ہے میشراق و مطیٰ کی سب سے پرانی اور سب سے زیادہ کارگزار آکاؤنٹی میں ہے۔

۱۹۵۶ء میں "الثقافة الاممية في الهند" کے نام سے بڑے آب و قاب کے ساتھ شائع کیا اور وہ جلد دنیا کے حلقوں میں مقبول ہوئی، اس کا ترجمہ "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" کے نام سے دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

"جنتہ المشرق" ہزاروں صفحات کا پخواڑا در صفت کے غرب کے مطالعہ کا خلاصہ ہے، یہ اسلامی عہد کا ایک بھجوٹ اسادائۃ المعارف (انسانیکوپیڈیا) ہے جس سے اس ملک کے اسلامی عہد کی پوری تصویر لاجرہ کر سامنے آ جاتی ہے اور مسلمان سلاطین، اہل کمال اور اہل فن کے ترقی تعمیری اور انتظامی کارنامے بیک نظر سامنے آ جاتے ہیں ملک کا جزرا فیہ اس کی پیدا و رحم و حاصلات، موسم، سکے، تقریبات و رسم، مسلمان سلاطین کے زمانہ کا تنظیم و سق، آئین و قوانین ان کے رفاه عام کے کام اور اس ملک کی آرائشی و تشتائی میں ان کا حصہ سامنے آ جاتا ہے۔ یہ ان تاریخوں کے سلسلہ کی ایک بھی کڑھی ہے جو مختلف ملکوں میں "خطوط" کے نام سے لکھی ہیں جن میں سے مقرنیزی کی "خطوط مصر" اور کرد علی کی "خطوط الشام" مشہور ہے اس طرح بجا طور پر اس کتاب کا نام "خطوط ہند" ہو سکتا ہے، یہ کتاب داعرة المعارف الختنانیہ حیدر آباد کی جانب سے "الہند فی العهد الاسلامی" کے نام سے شائع ہوئی، اس کا اردو ترجمہ ہندوستان اسلامی عہد میں اور انگریزی ترجمہ INDIA DURING MUSLIMS RULE کے نام سے "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ" سے شائع ہوا۔

ان اہم تصنیفات کے علاوہ اردو و عربی میں حدیث، فقہ و طب پر تعدد کتابیں اور اصلاحی رسائل ہیں۔

وفات اور اولاد

۱۵ جمادی الآخرة ۱۴۲۱ھ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء کو جمعہ اوشنیہ کی دریانی شہنشاہی

چنگ گھنٹوں کی ناسازی طبع کے بعد انتقال کیا جنازہ رائے بریلی لے جایا گیا بہماں اپنے اجداد کرام کے پہلو اور حضرت شاہ علام الشرف قشیدہ اور حضرت سید محمد عدلؒ کے گواریں مدفن ہوئے ارجح الشرائعے و رفع درجاتہ۔

ولاد میں دو فرزند ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبدالعلی صاحب رحوم (سابق ناظم ندیہ (علیہ) اور ابو الحسن علی اور دو دختر بادگار چھوٹیں۔



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

(از:- نواب صدر یا رجسٹر مولانا جبیر احمد خاں (والی روم))

جناب مولوی سید عبد الحکیم صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے یہ رسالہ میری درخواست پر تحریر فرمایا ہے، جناب مددوح نے علماء ہندوستان کی عربی میں بسوٹ تاریخ لکھی ہے اور اس کے تالیف کے سلسلے میں تاریخ ہندوستان کا وسیع مطالعہ کیا ہے، چونکہ اس سال کانفرنس کا اجلاس سالانہ صوبہ بھارت میں ہوا اور وہاں گزشتہ شاہستگی کے آثار جا بجا نظر آئے اس لئے صورتی معلوم ہوا کہ ان پر تاریخی روشنی ڈالی جائے تاکہ اس روشنی میں پس اندوں کو اپنے خط و خال نظر آئیں اور عبرت کا سبق سیکھیں۔

فاضل مؤلف نے جس خوبی سے اس مختصر رسالہ میں بھارت کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں کھائے ہیں، وہ فی الواقع مؤڑخانہ اور ادیباً نہ دلوں چیختیوں سے قابل داد ہیں، یہ مولویوں کے طبقے کی ایک لکش صد اہم ہیں، جن کی نسبت جدید خجالاً البدنیاتی کا فیصلہ صادر کر چکے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ جدید خجالات خود اپنے تاریخی مذاق کی خوبی کا ثبوت کریں گے، ہندوستان کی تاریخ مدت سے بعد حضرت غالب روم کے اس مصروع کا اعادہ کر دیا ہے۔

کون ہوتا ہے حریف نے مردانگی عشق

دیکھئے کب ہمارے بلند آہنگ دوستوں کے کان اس صدائے آشنا ہوتے ہیں۔
 تایبؒ گجرات کا یہ واقعہ قابل اضافة ہے کہ ظفر خاں شاہ گجرات کا باب پہاڑ فیروز نہ
 بادشاہ دہلی کے ہاتھ پر سلان ہو کر ایک محرز عہدہ پر منازہ ہوا تھا، یہ خاندان کا ناٹک تھا۔
 آخر میں فاضل مؤلف کا شکر ادا کرنا واجب ہے جن کی عنایت سے کافرنس کو
 اس مفید رسالہ کے شائع کرنے کا موقع ملا۔

خاکست

محمد حبیب الرحمٰن خاں شہزادی

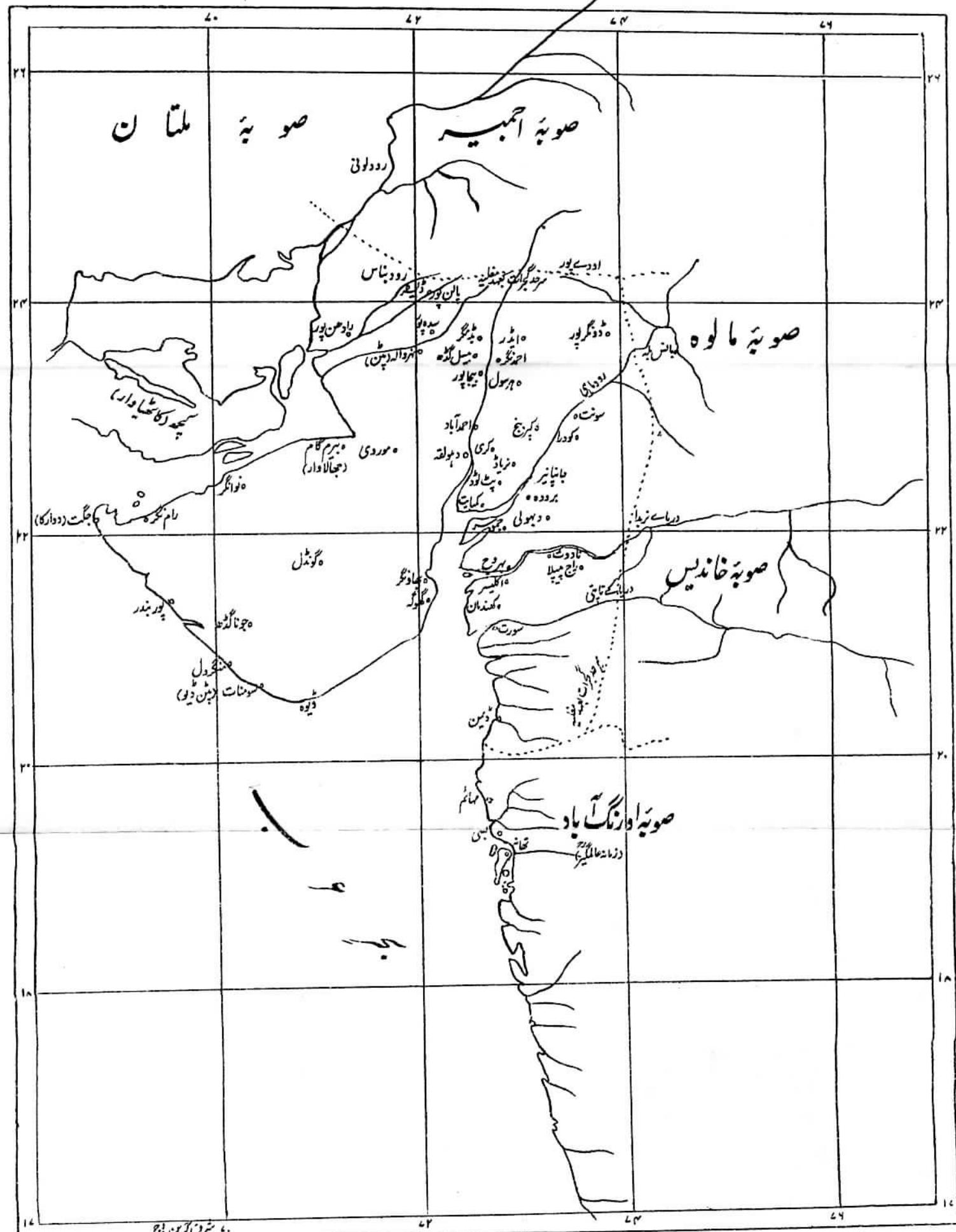
سلطان بہاں نزل

علی گڑھ

آئی ری جائنت سکریٹری
 آں انڈیا مہمن ایجوکیشن کافرنس علی گڑھ

نقد شعر گھرات

مرتبہ مولوی سید عبدالعلی بی ایس سی خلف الرشید صفت یادا یام ”



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَهُ شَتَّاعِينَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى إِلٰهِ وَصَاحِبِهِ أَجْمَعِينَ

کسی نے پیچ کھاہے کہ رہنمایاں ندیب کی سحر انگیز تقریروں کے بعد کسی قوم کے
مردہ دلوں میں جوش پیدا کرنے اور بہت بڑھانے کا اگر کوئی عمدہ ذریعہ ہے تو وہ تاریخ
ہے تاریخ ہی کے ذریعے سے گزشتہ اور موجودہ زمانوں میں موازنہ کرنے کا بہتر موقع مل سکتا
ہے اور اگر ہمارے حواسِ درست ہوں تو ہم اس بات پر غور کر کے اچھے نتیجہ تک پہنچ سکتے
ہیں کہ گزشتہ دوسری ہم میں وہ کون ہی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے ہم نے عرف و اقبال کے
دارج طکئے تھے، اور اب ہم میں کون سی براءیاں پیدا ہو گئیں ہیں جن کی وجہ سے نکبت
وادبار کے فخر مذلت میں جا پڑے ہیں۔

یوں تو مسلمانوں کی عظمت و اقبال کی داتانیں ان کے فضل و کمال سے ہر جگہ
والبستہ ہیں، اور تاریخ کا ہر صفحہ ہمارے واسطے سرایع عبرت ہے لیکن اگر دو گزشتہ کی
تاریخ میں سے ہم صرف ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں، اور ہندوستان کی تاریخ میں سے
گجرات، بیجاپور، گلکشہ، مانڈو، بربانپور، اور جو پندرہ کی تاریخ کو ہم بغور مطالع کریں،
تو بہت کافی مواد ہم کو ایسا مل سکتا ہے کہ ہم اس کو سرمهی بصیرت بنائیں، صرف ہڑوت
اس بات کی ہے کہ رزم و نیزم کے افسانوں میں سے ہم ان بھرے ہوئے متیوں کو تلاش

کر لیں جن سے کھل ابجو اہر تیار ہو سکتا ہے۔

شاید اسی خیال سے جتاب مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروع ای رئیس بھیکن پور نے اس سال مجھے دعوت دی کہ میں محمدن ایک کنشیل کانفرنس کے اُس اجلاس میں جو مقام سورت منعقد ہونے کو تھا، شرکت کروں، مگر اُس کے ساتھ یہی حکم تھا کہ خالی ہاتھتے جاؤں بلکہ بھارت کے علمی دوار کی تاریخ مرتب کر کے جلسہ میں پیش کروں، اُن کا یہ ارشاد میری اقتواد طبیعت کے خلاف تھا، مگر کچھ اس طور پر فرمایا تھا کہ میرے زخم کہن تازہ ہو گئے، میں نے ان کے حکم کی تعلیل کی اور بھارت کے متعلق معلومات بھم بینچا میں مگر اُس نے کہ سورت پہنچ کر دفعہ علیل ہو جانے کی وجہ سے بیان کرنا تو درکار میں جلسوں میں شرکیک بھی نہ ہو سکا۔

اب ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے اس کو میں اہل ملک کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ہقصودیہ ہے کہ ہم سب عموماً اور باشدگان گجرات خصوصاً اس کو ٹپھ کر غور کریں کہ ایک زمانہ میں انہوں نے ملک اور علم وہنر کی یہی خدمت کی ہے اور اب ان کی کیا حالت ہے، اگر اس مضمون سے ہمارے دوستوں نے فائدہ اٹھایا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی، ورنہ۔

اے بسا آرزو کر خاک شدہ

عبد الحی

لکھنؤ ۲۰ جنوری ۱۹۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاطر اب گو کہ برابر اس بھن یار
چیزے فزوں کند کہ تاشا بھارید

گجرات کی علمی تاریخ بیان کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بات کو ظاہر کر دوں کہ گجرات کے ساتھ اسلامی تعلقات کی ابتداء کیونکہ ہوئی اور ان تعلقات کو رفتہ رفتہ کیسی ترقی ہوتی گئی اور کیا اس باب پیدا ہوئے جن سے گجرات میں ایک شاندار اسلامی سلطنت قائم ہو گئی جس نے گجرات کو شیراز و مین کا ہمسرت نا دیا اور اپنے خصائص حکمرانی کے لحاظ سے صفاتِ تاریخ پر ایسی نابناک روائیں درج کر دیں جن کی نظر برشکل مل سکتی ہے۔

گجرات سے اسلامی تعلقات کی ابتداء

مشہور ہے کہ سب سے پہلے اسلامی تعلقات ہندوستان ملک سندھ کے ساتھ وابستہ ہوئے اور ستر ۹۳ھ میں محمد بن قاسم تقی نے ریگستان سندھ کو طے کر کے جو عرب کے ساتھ خصائص مرزبوم کے لحاظ سے بہت سی بالتوں میں مشابہت رکھتا ہے ہندوستان میں اسلامی سلطنت قائم کی، جس کے حدود ایک طرف راجبوتان سے ملتے تھے اور دوسری جانب ادی کشیر سے اور سلیمانی

کم و بیش یا رہ سو برس تک مسلمانوں کے زیر حکومت و اقتدار رہتی آئی، مگر اس حقیقت سے بھی انکا زہدیں کیا جاسکتا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کی نگاہِ دُور میں گجرات کے سر بر بیڑاڑوں پر پری نہیں اور ان کا مطلع نظر اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ وہ گجرات پر قابض و متصرف نہیں ہو گئے۔

مسلمانوں کا پہلا حملہ

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ ۱۵ھ میں (یعنی جانب رسالت آب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) رحلت فرمائے کے صرف پانچ برس بعد) فاروق عظیم نے بھرمن و عمان کی حکومت پر عثمان بن ابو العاصی تلقین کو نامزد فرمایا جن کا شمار صحابہ کرام میں تھا، انھوں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے کے ساتھ اپنے بھائی حکمر بن ابو العاصی کو بھرمن کی حکومت پر نامزد کر کے حکم دیا کہ وہ ہندوستان پر فوج کشی کریں، حکم نے کشتوں کے ذریعہ سے دریائی سفر کی سخت میزبانیں طے کیں اور اپنی فوج کو لئے ہوئے رہے پہلے سواحل گجرات پر قدم رکھایا یوں کہنا چاہئے کہ ہندوستان کی سر زمین میں سب سے پہلے گجرات کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس خدائے کیتا پر ایا ن لانے والوں کا اور اسی ایک ہستی کو وحدہ لا تشریک لاجانئے اور اسی کو قادر مطلق اور صریف الامر مانئے والوں کا پاک قدم پہلے اسی سر زمین پر پڑا، اور اسی سر زمین کے دشت و جبل ہندوستان میں سب سے پہلے اللہ اکبر کے نعروں سے گونجے۔

اس حملہ میں جن سعادت مندوں کو مرتبہ شہادت نصیب ہواں میں غالباً وہ

الفاس قدیر بھی تھے جنھوں نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمالِ جہاں آزاد کیا تھا اور آپ کی پاکیزہ صحیت و روحانی تعلیم سے بھی تنقید ہو چکے تھے، ان فدائیان اسلام کی قدسی صورتیں اسی سر زمین کے آغوشِ محبت میں گنج بے رنج کی طرح مدفن ہوئیں اگرچہ ہم کو

اس کنزِ مخفی کا پتہ نہیں ہے مگر یقینی ہے کہ مبدئی اور بھروسہ کے گرد و نواح میں یخدا نے سپرخاک ہوا ہے۔ اُس زمانے میں مبدئی کا نام و نشان بھی نہ تھا، اور آج جہاں آپ کو یہ پہلی پہل و گرم بازاری نظر آتی ہے، وہاں جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا ایک عیر آباد طاپو نہ تھا، مگر اسی کے پاس تھا (جس کے عربی کتابوں میں "تاد" لکھتے ہیں) اور جو اب ضلع تھانہ کا صدر مقام ہے) بہت باروں اور آباد بند رتھا، اسی پر سب سے پہلے مسلمانوں کا حملہ ہوا تھا۔

دوسری حملہ

اس کے بعد دوسری حملہ حکم بن الی العاصیٰ نے بھروسہ پر کیا جس کو عربی کتابوں میں "بیروج یا برس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور جو اس زمانے میں تیل اور لاکھ کی تجارت کی وجہ سے ہندوستان کا سب سے پُر روتا اور آباد بند رتھا۔

ان دونوں حملوں میں حکم کو اچھی خاصی کامیابی ہوئی، مگر چونکہ فاروق عظیم کی رائے دریائی سفر کے خلاف تھی، اس واسطے مدت تک مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

تیسرا حملہ

۹۴ھ میں ملک سندھ مسلمانوں کے قبض و نصرت میں آیا اور شاہی میں ہشام بن عبد الملک خلیفہ دمشق نے جنید بن عبد الرحمن مری کو سندھ کی حکومت تقویص کی جنید نے چلا آدمی تھا، اس نے چند روز میں اپنے زیر حکومت علاقہ کامناسب بند و بست کر کے گجرات کی طرف توجہ کی اور اپنی طرف سے لوگوں کو عربی فوجوں کے ساتھ پچھہ پرواں کیا جس کو عربی کتابوں

میں "قصہ" لکھتے ہیں، یہ فوجیں بھرپور کوتہ و بالا کرتی ہوئی ماواہ میں گھس آئیں اور ہر طرف جا جا کر انہوں نے فتوحات حاصل کیں، شہنوں کو ہر جگہ پس اکیا، غصتیں پائیں۔

پوختا حملہ اور پہلا مسلمان صفت

کچھ دنوں کے بعد المهدی بالشرا عباسی خلیفہ بین الدین عبد الملک بن الشہاب السمعی کو ۱۵۴ھ میں کافی ساز و سامان کے ساتھ جہاد کے لئے روانہ کیا، اس کے ہمراہ فوج مطودہ (والیخدا) بھی تھی اور ان میں ابو بکر ربیع بن صدیج السعدی البصری بھی تھے، جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا، اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث شریف میں کتاب تصنیف کی تھی، فضل چلپی نے "کشف الظنون" میں لکھا ہے "هُوَ أَوَّلٌ مَنْ صَنَفَ فِي الْإِسْلَامِ" ۲۰

یہ فوج کثیر ۲۱ میں بار بید پوچھی، اور اس نے فتوحات عظیمه حاصل کیں، وہ زمانہ دریا کے پڑھاؤ کا تھا، اُتر نے کے انتظار میں عبد الملک نے کچھ دنوں وہاں قیام کرنا مناسب سمجھا، یہ اسی انتظار میں تھا کہ دفتہ ہو ایں عفونت پیدا ہوئی، اور ایک ہزار آدمی و یا کاشکار ہو گئے، ربیع بن صدیج کا بھی اسی بیماری میں انعام بخیر ہو گیا، اور وہ اسی سر زمین میں پونڈ خاک ہو گئے، یہ دوسرا شرف اس سر زمین کو حاصل ہے کہ ایسا شخص اُس کی آنونش میں سورا ہے، فوج حدیث کا پہلا صفت ہے بلکہ صاحب کشف الظنون کی رائے میں مسلمانوں میں پہلے شخص ہے جسے کتاب تصنیف کی ہے۔

له فتوح البلدان ۲۲ ترجیح مسلمانوں میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب تصنیف کی تھے جو کو اب تک یقینی طور پر حلوم نہیں کر بار بکس نما کا محرب ہے، اور یہ کہاں پر تھا، عربی تاریخوں میں بتایا ہے کہ یہ شہزادہ کا کوئی شہر ہے، گوچہ کو اس کا لقب نہیں، عرب مورخوں کا دستور ہے کہ وہ ہندوستان کے ہر شہر کو مندرجہ تباہی میں میرا خیال ہے کہ یہ نظام خلیج کنیا یہ رکھتا ہے (کھبایت)، میں کہیں اتنے تھا لہٰذا تایبؑ ابن خلدون و کامل بن الاشیر

محمود غزنوی کا حملہ گجرات پر

اس کے بعد سلطان محمود غزنوی کو گجرات کا خیال پیدا ہوا، اور وہ تیس ہزار فوج کے ساتھ ۳۱۶ھ میں ان آیا، اور وہاں سے گجرات کا رادہ کر لیا، راستہ نہائیت دشوار گزار تھا اور پانی کیاب بکھر گئی تو کاذک کے سامنے کوئی دشواری پیش نہیں ہوئی، وہ ریگتالوں کو طے کرتا ہوا انہلواڑہ پہنچا جو اس زمانہ میں راجہ بھیم کا دارالحکومت تھا اسی کو عربی تاریخوں میں "ذھروالہ" لکھا ہے اور زمانہ بعید یعنی ٹپ اور عربی میں "فتح" کے نام سے شہر ہوا ہے سلطان محمود انہلواڑہ کو زیر وزیر کرتا ہوا اگے بڑھا، اور دیلوالاڑہ کو جو اس زمانہ میں دوسرے درجہ کا شہر تھا، فتح کر کے سونات کا قصد کیا جو ساحل گجرات پر ہن روؤں کا نہائیت شہر تیر تھا تھا، اور لب بیاست بوناگڑھ کے حصہ حکومت میں داخل ہے، سونات میں محمود کو سخت دشواریاں پیش کیں گے آخر کار وہ تمام دشواریوں پر غالب آیا، اور بے شمار مال دولت کے کر بخیرو خوبی غزنوی واپس گیا۔

شہاب الدین غوری کے متعدد حملے

پھر ۴۵۷ھ میں سلطان شہاب الدین غوری نے اسی مstan کی راہ سے گجرات پر ڈھاوا کیا، اس زمانہ میں جو راجہ گجرات میں بر سر حکومت تھا، اس کا نام بھی راجہ بھیم دیا تھا، اس سے سخت رادیٰ ہوئی اور شہاب الدین کو شکست اٹھانا پڑی اس شکست سے مسلمانوں کی تین ٹوٹ گئیں، گرچہ روز میں خدا نے لاہور و دہلی کی فتوحاتِ عظیمہ سے اس کا نعم البدل کر دیا۔

۴۵۹ھ میں اجیر کے فتح ہونے کے بعد قطب الدین ایکس نے غالباً اپنے آقا

شہاب الدین غوری کی اجازت سے گجرات پر دوبارہ حملہ کیا اور نہر والہ تک پہنچ کر بھیم دیو کو میران جنگ میں شکست فاش دی اور اس سے خروجی جنگ وصول کر کے دہلی کو خیر و خوبی بخاطر کی، اگر اس فتح عظیم سے شہاب الدین غوری کے حوصلہ مندل کو تسلیم نہیں ہوئی، اس نے ۵۹۶ھ میں پھر قطب الدین ایک گوجرات کی بھیم پر روانہ کیا اور اس مرتبہ قطب الدین نے بھیم دیو کو شکست دی کہ نہر والہ پر قبضہ کر لیا بھیم دیو ہاں سے بہت کر محفوظ مقاموں میں پناہ گزیں ہو گیا سلطان شہاب الدین کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے خیال کیا کہ جب تک وہ خود یا قطب الدین گجرات میں قیام نہ کریں گے ملک کا قرار واقعی بند ولست نہیں ہو سکتا، اس واسطے اس نے قطب الدین کو حکم دیا کہ وہ بھیم دیو سے سالانہ خراج پر صاححت کر کے واپس آئے اس نے حکم کی حرمت بحروف تعییل کی اور دہلی کو واپس آگیا۔

علاء الدین بھی کا حملہ اور گجرات پر مسلمانوں کا نسلط

اس کے بعد بندوستان کے سب سے بڑے فاتح اور مقتول سلطان علاء الدین بھی تھے ۵۹۶ھ میں اُلغ خاں کو معقول ساز و سامان کے ساتھ تسبیح گجرات کے واسطے روانہ کیا، اس زمانہ میں گجرات کی سب سے اخیر فرمانروار ارجمند کے ہاتھ میں عنان حکومت تھی اس نے جان توڑ کر مدافعت کی اور اپنا سارا زور خرچ کرنے کے بعد دیو کوڑھ چاندہ میں پناہ گزیں ہو گیا اور اس کے ہاتھی گھوٹے اخراج اور تمام سامان تجھل اُلغ خاں کے ہاتھ آگی، قیدیوں میں رانیاں اور ارجمند کی بیٹی دیو لدی رانی بھی ہاتھ آئی، ان سب کو اُلغ خاں نے دہلی روانہ کر دیا اور نہر والہ کو مرکز حکومت قرار دے کر خاص نہر والہ میں جامع مسجد کی تعمیر شروع کر دی، جو غالباً گجرات میں سب سے

لہ کامل ابن الاشیر ۲۷ہ تابع فرشتہ مکی پیغمبر ابراہیمی مصنف محمد قاسم بن مولانا غلام علی اتر آبادی۔

پہلی سمجھتی، اسی اُنخ خاں کو اہل گجرات الپ خاں اور الافت خاں کے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ دیولدی رانی وہ ہے جس کی تعلیم و تربیت دہلی میں شاہزادیوں کی طرح سے کی گئی اور سلطان علاء الدین خلجی کے بڑے بیٹے خضر خاں کا اس کے ساتھ نکاح ہو گیا، امیر خرزو نے شتوی عشیقیہ میں جس کا نام دو رانی خضر خاں ہے ان دونوں کے تعلق کا قصہ نہایت دھوم دھام سے لکھا ہے اور شیخوی (یادش بجز نواب حاجی محمد احمد خاں مر جوم کی توجہ سے) کیا خروج کے سلسلہ میں شائع ہو چکی ہے، اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

دول رانی کہست اندر زمان ز طاؤ سار ہندوستان یگانہ

برسم ہندو ای از نام نا بش دراول بود دیولدی خطابیش

ینا م آں پری چوں دیورہ دشت فسون بندہ زان دیوش نگہداشت

اُنخ خاں نے میں برسن تک گجرات میں نہایت خوش اسلوبی سے حکمرانی کی اور تمام ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا، اس کے بعد کیے بعد دیگرے اُمراء دہلی گجرات کی حکومت پر نامزد ہوتے رہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے حوصلہ و طاقت کے موافق ملک میں سکون و اطمینان پیدا کرنے کی کوشش کی، ان لوگوں کے حالات جتنے جتنے فارسی تاریخوں میں ملتے ہیں یہ ایک ہو رخ کا فرض ہے کہ ان سب حالات کو کیجا کر کے گجرات کی مفصل تائیخ مرتباً کرے جو افسوس ہے کہ اب تک نہیں ہوئی۔

گجرات میں مسلمانوں کی خود مختار سلطنت

فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں بہمنی خاندان کی خود مختار سلطنت دکن میں قائم ہو چکی تھی

لہ حیثیت یہ ہے کہ محمد شاہ تغلق کی سفا کیوں سے تنگ اگرا سی کے زمانہ میں علاء الدین جن بہمنی نے شاہی اشکر کو (ابق منصف پر)

بنگال اور شیریں پہلے ہی سے خود فرمائوا حکومت کر رہے تھے، اس کے مرنے کے بعد اولاد کی تاقابلیت اور خانہ جنگلوں سے دیگر اطراف و جوانب میں بھی فتنہ و فساد برپا ہو گیا، گجرات کے گورنمنٹ بھی بناوت اختیار کی، اس وقت فیروز شاہ کے بیٹے محمد شاہ کے مکروہ بناخنوں میں عنانِ سلطنت تھی، اُس نے ظفر خاں اپنے ایک امیر کو ۱۷۹۳ء میں گجرات کی حکومت دے کر روانگیہ۔

ظفر خاں گجرات بھیجا گیا

ظفر خاں نے گجرات پہنچ کر سبے پہلے بناوت فروکی اس کے بعد ملک کا ایسا قرار واقعی بندوبست کیا جس سے بہت جلد اطمینان و سکون پیدا ہو گیا، اور اس کو اس بات کا موقع ملا کر وہ اپنے قرب و جوار کے راجاؤں کو مُطیع و منقاد کرے، ظفر خاں کی محنت جھاکشی کا چند روز میں ایسا عمدہ اثر ہوا کہ اُس کے حدود حکومت پہلے سے بہت بڑھ گئے۔

ظفر خاں نے خود مختار سلطنت قائم کر لی

یہاں یہ ہو رہا تھا اور دریلی کی سلطنت روز بروز تباہ ہو رہی تھی، دہلی کے برائے نام

(باتی ملکہ کا) پے در پیٹ کشیں دے کر آزادی حاصل کر لی تھی اور گلگر کو اپنا مستقر حکومت قرار دے لیا تھا، گلگر نے محمد شاہ تخت نے اسی زمانہ میں فاتح پائی اور فیروز شاہ اس کا جا انشیں ہوا جس کو اپنی حکومت کیتیا گی اور افغانستان کا موقع نہیں ملا کر وہ اس فیض حکومت کو جسمی نہ دیتا اس اس طبق علاء الدین کو اس کا اچھا خاص موقع مل گیا کہ اس اپنی عظیم الشان سلطنت دکن میں قائم کر لیا اسی وجہ سے میں نے اس کی فیروز شاہ کے زمانہ کا دعا قرار دیا ہے۔

لہٰسن ان اتفاق و گیو کہ محمد شاہ اور اس کے بیٹے محمد شاہ نے چار پھسپوں کی بندوقیں دے بڑے بڑے صوبوں کی حکومتیں میں اور آخر کار ان چاروں نے خود مختار سلطنتیں قائم کر لیں ظفر خاں کو گجرات بھیجا گیا، خضر خاں کو ملکہ میانہ کو جو نور و نیک نہروں کو جو نور ایک ملک کا باشہ بنایا اور دلاور خاں و ملک سرو خود بھی آزاد ہو گئے ظفر خاں کچھ دنوں پہلے اُن کارہا آخر کار اس کو بھی دی کرنا پڑا جو اس کے ساتھیوں نے کیا تھا، دہلی کی سلطنت پنجاب میں خود دھوکہ رہ گئی۔

بادشاہ پر اس کا وزیر اقبال خاں سلطنت ہو گیا تھا، اور حکمرانی کے کل اختیارات اس کے قبضے اقتدار میں آچکے تھے تیمور گورکان کی حریصانہ نگاہ ہندوستان پر عرصہ سے پڑ رہی تھی اُب اس کے لئے بیدان خالی تھا، اس نے لٹھتھے میں دہلی پہنچ کر اُس کی رہی ہی عظمت بھی خاک میں ملا دی اور فیروز شاہ کا خاندان تباہ و برپا ہو گیا۔

جونپور اور والوہ کے حکام خود مختار ہو گئے ظفر خاں کے واسطے بھی اس کا موقع نہ تھا کہ وہ بھی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دے مگر اس نے عصمت نکاس کی جسارت نہیں کی انجام کا علماء و مشائخ کی استدعا اور اپنے بڑے بیٹے تار خاں کے اصرار ملیعہ سے نہیں میں اس نے ظفر شاہ لقب اختیار کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، دہلی مرحوم کے تباہ شدہ خاندانوں کو ہجاؤں و خیزان گجرات پہنچ گئے تھے، اپنے سائیہ عاطفت میں جگہ دی علماء و مشائخ کو باطنیان زندگی بسکرنے اور بھی کے ساتھ اپنے فرائض منصی کے ادا کرنے کے سامان کر دیئے اور ۱۷۸۰ء میں نیک نامی کے ساتھ سفر آخت اختیار کیا۔

احمدا شاہ اول

منظفر شاہ کے مرنے کے بعد اس کا پوتا احمد شاہ تخت نشین ہوا، بتا تار خاں کا بیٹا تھا، جس نے اپنے باپ کی زندگی میں وفات پائی تھی، یہ بڑا اولو العزم بادشاہ تھا، اس سے پہلے اس نے اپنے نام پر احمد آباد کا نگ بنا دا نصب کیا، اور الیسی خوش اسلوبی سے اُس کو آباد کیا، جو عرصہ دراز تک ہندوستان کا بنے نظر شہر سمجھا جاتا رہا ہے، اسی کے ساتھ احمد شاہ نے ہندوراجاؤں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنی سرحدوں کو مضبوط کرنے کی طرف

توجہ کی اور اس کی وجہ سے اس کو بارہا خونخوار جنگوں میں مبتلا ہونا پڑا جن میں وہ ہمیشہ منظف و منصور رہا، اور گرد و پیش کے طریقے پر راجہ اُس کو پیش کیا دینے پر مجبور ہو گئے، اس کی حکمرانی کا سب سے بڑا کار نامہ اس کے ضوابط و قوانین تھے، جو اس نے اپنے وزرا کے مشورہ سے مقرر کیا تھے، اور منظر شاہ حلیم کے زمانہ تک قائم رہی، اس بادشاہ نے کچھ اور پتیں برس حکمرانی کر کے ۸۳ھ میں وفات پائی۔

محمد شاہ

احمد شاہ کے مرنے پر اس کا بڑیا محمد شاہ جانتین ہوا یہ عافیت پسند اور فیاض طبیعت تھا، اس کی سخاوت و فیاضی کی وجہ سے لوگ اس کو زنجش و لکھنؤ کہا کرتے تھے، اسی کے زمانے میں محمود شاہ خلیجی بادشاہ الود نے ہجرات پر چڑھائی کی، وزرانے ہر چیز اس کو مدافعت کے واسطے تیار کرنا چاہیا آمادہ نہیں ہوا، ان کو یہ بات محسوس ہوئی کہ یہ بھاگ جانا چاہتا ہے، مجبوراً انکھوں نے زہر دے کر اس کا کام نام کر کے اس کے بیٹے کو تخت نشین کر دیا، اس نے کچھ کم نوبت برس حکمرانی کر کے ۸۵ھ میں وفات پائی۔

قطب الدین احمد شاہ

محمد شاہ کے مرنے پر اس کا بڑا بیٹا قطب الدین تخت نشین ہوا، اس نے احمد شاہ اپنا نام رکھا دیا اور بہادری میں اپنے باپ کا نعم البدل تھا، اس نے سب سے پہلے محمود شاہ خلیجی کا مقابلہ کیا اور اس کو پے در پے شکستیں دیں، اس کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ راناؤ بیجا والی میواڑ نے ناگور چڑھ کر دیا ہے، یہ برق و باد کی طرح اُس کی طرف جھپٹا اور اس کو بھی شکستیجا

رانا نے چوتھا کاسہ بار ایا، یہ وہاں بھی پہنچا اور آبکا قلعہ فتح کر کے رانا سے پیش کش وصول کی اور اس سے قول نامہ حاصل کیا کہ وہ آئینہ بھی ناگور کی طرف رُخ نہ کرے گا، اس سے میری کوچھ اور پر آٹھ برس حکمرانی کر کے اس نے وفات پائی۔

محمود شاہ اول

قطب الدین کے مرنے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی فتح خاں محمود شاہ کا القب پا کر تخت سلطنت پر چوڑا برس کی عمر میں جلوہ افرزو ہوا، اس کو خدا نے وہ تمام صفاتِ حسن عنایت کئے تھے، جو حکمرانی کے لئے لازم ہیں، اس نے جوناگڑھ اور جانپانیزیر کے راجاؤں پر فوج کشی کی اور ان دونوں ریاستوں کو حاصل کھروں سے ملخت کر لیا، محمود شاہ خلیجی نے دکن پر فوج کشی کی تو اس نے اہل دکن کی مدد کے واسطے ایک عظیم الشان فوج روانہ کر دی جس سے محمود شاہ کو یہ نیل مرام والیں جانا پڑا، شاہان برہانپور کو جب کبھی صورت پیش آئی اس نے ان کو بھی مدد دی، خود اپنے ملک کے لوگوں کی ایسی حوصلہ افزائی کی کہ سارا ملک سربرزی و شادابی میں باع بہار نظر آنے لگا، دیہات اور قصہ سے آباد و معمور ہو گئے، احمد آباد صنعت و حرفت کا مرکز بن گیا، سورت بھر فوج، ہبھام، لنبایا (کھبات) دیوار، دمن وغیرہ بنادر گجرات تجارت کی گرم بازاری سے بہت آباد اور پرورنچ ہو گئے، نہر والہ، بڑودہ، سلطان پور احمدنگر وغیرہ کی شہریت میں اضافے کئے گئے جانپانیزیر کے قریب محمد آباد، جوناگڑھ میں مصطفیٰ آباد، اور احمد آباد سے بارہ کوس پر محمود آباد کے نام سے متعدد شہر آباد کئے گئے، ہر ایک جگہ مدرسے اور حانقائیں تعمیر کی گئیں، سکندر شاہ اور ہدی نے تھائیں بیچ کر محمود شاہ سے دستی کا اظہار کیا، سکندر را عدوی کا مقولہ سمجھا:-

”مباریادشاہ دہلی برگدم و بخارست و بنیاد بادشاہ گجرات بیرجان فرمادیہ
کہرشاہ دو چہارین درخت پادشاہ گجرات سلت“
محود شاہ نے چون ۹۱۶ھ سال تک کا میاب حکومت کرنے کے بعد ۹۱۶ھ میں وفات پائی۔

منظفر شاہ حلبیم

محود شاہ کے بعد اس کا فرزند رشتہ نعم اختلف لئے اس کا صحیح مصدق منظفر شاہ
تاج و سرپرکا مالک ہوا علوم و فنون میں یہ علامہ محمد بن محمد لاہیجی کاشاگر دھخنا، اور حدیث
علامہ جمال الدین محمد بن عمر بخاری سے پڑھی تھی، قرآن مجید کے حفظ کر لینے کا شرف الیغدر
میں اس کو نصیب ہوا تھا، جس کی نسبت شیخ سعدی گز فرماتے ہیں ”درایام جوانی چنان کہ
آفتندِ دانی“ امن فضل و کمال کے ساتھ تلقوئی اور عزمیت کی دولت بھی اس نے خداداد
پائی تھی، تمام عرصوں احادیث پر عمل رہا، ہدیث باوضور ہتا، نماز جماعت کے ساتھ
پڑھتا روزے عمر بھر نہیں چھوٹے اشراب ناب کو بھی منہ سے نہیں لگایا، بھی کسی پر لے جا
سکتی نہیں کی، بدزبانی سے کبھی اپنے مخفوگ نہیں کیا، عجیب تر یہ کہ اس میکر قدر میں
پس گری اور ملک داری کی صفتیں بھی علی و جہ الکمال مجتیح تھیں مالوہ کی فتوحات عظیمہ ایزوں
میں پڑھئے اور ان سے اس کے اخلاقی فاضل کا اندازہ کیجیے، اس نے کم اور پچھوڑے پرس
حکومت کرنے کے بعد ۹۳۲ھ میں حیاتِ جاودہ حاصل کی۔

بہادر شاہ

منظفر شاہ کے بعد اس کا بیٹا اسکندر شاہ تخت نشیں ہوا مگر تھوڑے دنوں کے بعد
له مرآۃ اسکندری میضق مرزا اسکندر بن محمد اکبر بخاری۔

اس کو اپنے بھائی بہادر شاہ کے واسطے تخت خالی کر دینا پڑا، بہادر شاہ حقیقت میں اسم باستثنہ، اس کے تخت نہیں ہوتے ہی بہندوستان میں ہل چل پڑگئی، شاہانہ دکن کے جھنڈ سے سرگاؤ ہو گئے، نظام شاہ نے احمد نگر میں عاد شاہ نے برائیں اور محمد شاہ نے بربان پور میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوا یا، مالوہ کی عظیم اشان سلطنت مالک محروسہ گھرات کے ساتھ تخت کر لی گئی، چتوار اور رتھنبو کے فلک فرما قلعے ٹہی آسانی سے فتح کر لئے گئے، بیانہ کا قلعہ خاک کی برابر بکر دیا گیا، اب اس کے بعد آگہ اور دہلی کا نزیر تھا، مگر جب تقدیر یہ گھٹتی ہے تو تدبیر ساعدت نہیں کرتی، رومن خاں نمک حرام کی سازش سے ہمایوں کے مقابلہ میں اس کو شکست ہوئی، اور پتگیزوں کی غداری سے ۹۷۳ھ میں قتل کر دیا گیا، بندروہ پر پہلے سے پتگیزوں کا قبضہ تھا، جو شاہ بیجا پور سے وہ لے چکے تھے، اب بندروہ پر کھی وہ متصرف ہو گئے جو کھڑی مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آیا۔

محمد شاہ دوم

بہادر شاہ کے بعد اس کا بھتیجا محمد شاہ تخت نہیں ہوا، علماء کی قدر دالی میں یہ اپنے اسلاف سے کم نہیں تھا، دعوتوں میں اس کا مستور تھا کہ اپنے ہاتھ میں آفتاب لے کر عالم کے ہاتھ دھولانا تھا، اس کے زمانے میں سرایع نازش بہندوستان شیخ علی متقی ڈوبار بہندوستان آتشریعت لاء اور اسی کے زمانے میں ایک عظیم اشان مدرسہ کے مظفر میں باب المعرفہ کے متصل قائم کیا گیا جس میں علامہ شہاب الدین ابن حجر کی اور عز الدین عبد العزیز زمزی وغیرہ علماء مکتبہ دریں کی خدمت انجام دیتے تھے، علاوہ اس کے کئی ربانا اور مکتب کے مظفر میں تعمیر کئے گئے محمد شاہ

لہ مراہ سکندری

اسی پر قناعت نہیں کی، بلکہ اس نے خلیج کنبا یا (کھبایت) میں ایک بند رکی آمدی حصہ جو میر تمنہ کے رہنے والوں کے واسطے و قنف کردی تھی جہاں سے ایک لاکھ اشتر فیوں کی قیمت کا مال جوہہ بھیجا جاتا تھا، اور اس کے بھیجنے میں جو کچھ صرف ہوتا تھا، وہ خزانہ شاہی سے دیا جاتا تھا، اس مال کے فروخت سے جو کچھ آمدی ہوتی تھی، وہ سب اہل حرمین ختنہ میں تقسیم کردی جاتی تھی، پنجشیر بادشاہ ۹۴۱ھ میں بعض نمک حراموں کی غداری سے قتل کیا گیا۔

محمود شاہ کے شہید مونے پر گجرات کی سلطنت بازی چڑھا طفال ہو گئی، انعام کار ۹۸۷ھ میں اکبر شاہ تیموری نے اس پر قبضہ کر لیا، اور ہندوؤں کی شکست کے بعد ۹۹۲ھ میں اپنے مالک محروم کے ساتھ اس کا احراق کر دیا "الارضُ يَلْكُ بِيُوْ رِثْهَامَى يَنَّاعَ" زمین خدا کی ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

شاہان گجرات کے خصائص حکمرانی

اس مبارک خاندان نے ایک ہوچور ۱۸۳ھ سی برس تک گجرات میں فرماں روائی کی اور اپنی حکمرانی کا ایسا بہتر نمونہ پیش کیا ہے جس کی نظر ہندوستان کی تاریخ میں مشکل مل سکتی ہے، ایک جانب ان کی جبروت و سطوت کی وہ وحشک ہے کہ راجپوتانہ کارانا سانگارا لوں کو ٹھیک نہیں بنانے سکتا، چور و رخت ہنبوں کے سرپلک کشیدہ قلعے جن پر ہلی کے عظیم الشان بادشاہوں نے برسوں زور آزمائیاں کی ہیں، ہمینوں میں ستر ہو گئے، مانڈو کا قلعہ جو بالوہ کی کلیہ کو مت تھا، ایک ہی عزم ملوکانہ میں مفتوح ہو جاتا ہے، باہیں ہمہ ممتاز و سنجیدگی کا یہ عالم بھی ملاحظہ کو کشاہان بالوہ

له ظفر الال مصنفہ محمد بن عمر آصفی

نے تقریباً سو برس تک سلاطین گجرات پر فوج کشی کرنے کی سی بے حاصل کی تاہم جس وقت
 محمود شاہ دوئم والوہ کی غفلت و سوء تدبیری سے اس کے وزیر میدنی رائے نے زمام حکومت
 اپنے ہاتھ میں لے کر محمود شاہ کو بے دخل کر دیا اور شعائر اسلام کو مٹا کر سوم کفر کی ترقیہ شروع
 کر دی مظفر شاہ حليم علیہ الرحمۃ کی رگِ حمیت کو جبیش ہوئی، جو اس وقت گجرات کا فرمانروائی
 اُس نے افواج قاہروں کے ساتھ والوہ کی جانب نہ پست فرمائی اور کوچ در کوچ کرتا ہوا منڈو
 پہنچا اور اُس کا محاصرہ کر دیا، میدنی رائے نے یہ سمجھ کر وہ خود تاب مقاومت نہیں لاسکتا
 رانا سانگا کو بیش بہایا تھا افت کالا پچ دے کر اپنی مرد کے واسطے بلا دیا، وہ ہنوز سارنگ پور تک
 نہیں پہنچا پھر کام مظفر شاہ حليم نے اس کی مدارات کے لئے اپنی فوج نظم فوج کا ایک عقول
 حصہ آگے کو رو اندر کر دیا جس سے رانا کو آگے بڑھنے کی ہجأت نہ ہو سکی، اوقبل اس کے کر
 میدنی رائے کو اطراف و جوانب سے مگک پہنچے قلعہ کو مستحکم کر دیا۔

خلوصِ بیت کا اسلامی نمونہ

جان سخن یہ ہے کہ تسبیح قلعہ کے بعد جس وقت مظفر شاہ حليم اندر داخل ہوا اور امراء
 ہم رکاب نے شاہان ماں والوہ کے سامنے تحلیل اور خزانہ و دفاتر کو لاحظہ کیا اور اس ملک کی سربری کا
 وشنادی پر اطلاع پائی تو انھوں نے جبارت کر کے مظفر شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس
 جنگ میں تقریباً دو ہزار سوار بڑا درجہ شہادت کو پہنچ چکے ہیں یہ مناسبت نہیں ہے کہ اس قدر
 نقصان اٹھانے کے بعد پھر ملک کو اُسی بادشاہ کے حوالہ کر دیا جائے جس کی سوء تدبیری سے
 میدنی رائے نے اس پر قابو پایا تھا، بادشاہ نے یہ سنتے ہی سیر موقوف کی اور قلعہ سے
 باہر نکل کر محمود شاہ کو ہدایت فرمائی کہ اس کے ہم رکاب لوگوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر نہ جانے دے

محمود نے باصرہ تمام اس بات کی التجاکی کہ بادشاہ چندر ور قلعہ کے اندر را رام فرائیں، مگر مظفر شاہ نے اس التجاک و قبول نہ فرمایا، اور بعد کو خود ظاہر کیا کہ میں نے یہ بھاولو غراً حصن خداوند بخت کی رضا مندی حاصل کرنے کو کیا تھا، مجھ کو امراء کی تقریر سے اس بات کا انذیر پیدا ہوا کہ بادا کوئی خطۂ قاسد میرے دل میں پیدا ہوا اور میرے اخلاص نیت برپا بھوجائے، میں نے محمود پر کچھ احسان نہیں کیا، بلکہ محمود کا مجھ پر احسان ہے کہ اُس کی وجہ سے مجھ کو یہ عادھا حل ہوئی۔ اس نئی روشنی کے زمانے میں اس واقعہ کو خدا جانے کی نظر سے لوگ سمجھیں گے، میرے نزدیک تو یہ واقعہ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور اس کی تہیں اس قدر اخلاص، فیاضی ایثار اور بندھو صلگی کے جلوے نظر آتے ہیں، جس کی نظری پیش کرنے سے تایخ قاصر ہے۔

بندھو صلگی کا ایک اور نمونہ

اُن کی بندھو صلگی کا یہی ایک اقونہیں ہے، بلکہ جگات کی تایخ اس قسم کے واقعائے لبریز ہے سب جانتے ہیں کہ اُس زمانے میں گجرات کے گرد و پیش کس قدر اسلامی بسطتیں قائم تھیں، ایک جانب اُوہ اور خاندیں کی حکومتیں، دوسری جانب کن کی وسیع ملکت جس پر سلاطین ہندیہ نے تدت دراز تک حکمرانی کی اور ان کے ملنے پر اُس ایک کے پانچ نکڑے ہو گئے، ہیجا پر احمد بن برازیہ اور گوکنڈہ ہر جگہ ایک بیان خاندان بر سر حکومت ہو گیا، ان میں کوئی کمزور تھا اور کوئی شرزوئیہ بہت ممکن تھا کہ تباہی گجرات اس طوائف الملوكی سے فائدہ المحتار انی صدر سلطنت کو اور زیادہ وسیع کر لیتے، مگر تایخ بتاتی ہے کہ ان بندھو صلگا بادشاہوں نے کبھی حرص بیجا سے اپنے دامن کو آؤ دھونے نہیں دیا، محمود شاہ الوی نے جس کو تو وسیع سلطنت کا زیادہ

لئے مرآۃ سکندری۔

شوچ تھا جب بھی شاہان دکن پر حرب ھائی کی تو سلاطین گجرات سینہ پر ہو گئے، اور ان کی فوجوں پڑھ کر اس کا سمندھ پھیر دیا۔ ایں ہمہ ان اولوں المزموں نے شاہان دکن سے کبھی خروج ہجتگنہیں مانگا تھا اس امداد کے حیلہ سے اپنی حدد کو آگے پڑھانے کی خواہش کی، مگر ان پر احسان بتایا، وہ اس کو اپنا فرض سمجھتے تھے اور کرتے تھے محمود شاہ اول بادشاہ گجرات کا وہ خططاً حظ کیجیئے جو اس نے محمود شاہ الوی کو ایک بار تنگ آگ لکھا ہے جس میں اس کو اس حوصلے بے چاہ پر سزا نہ کی ہے اور لکھا ہے کہ اہل اسلام کو تانا اور ان کے ملک کو تاختت میں اس کو ناشیوہ مرد انگلی کے خلاف ہے، اس کا خیال آپ کو چھوڑ دینا چاہئے، ورنہ جب کبھی آپ کن کافی کریں گے مجھ کو مانڈ پہنچا ہو اپا میں گئے۔

عدل و انصاف کا نمونہ

آپ ایک طرف ان کو جہاد و غزاء پر آمادہ پاتے ہیں تو دوسرا جانب یہ نظر آتا ہے کہ اپنی رعایا کی خرگری میں ہمہ تن مصروف ہیں ان کے معاملات و انصاف کے سامنے دوست و دشمن کیاں نظر آتے ہیں اگر ان کا کوئی عذر یا قریب بھی از تکاب پُرم کرتا ہے تو اس کو بھی وہی سزا دی جاتی ہے جو کسی بے گناہ شخص کو دی جاتی یا جو سزا اس جرم کی پاداش میں لٹکی چاہئے تھی احمد شاہ غفران پناہ کے داماد نے غزوہ جوانی میں خون ناحن کر دیا، بادشاہ کو خبر مولیٰ اس نے اُس کو گرفتار کر کے قاضی کی عدالت میں بھیج دیا، قاضی صاحب نے بادشاہ کے داماد کو قصاص سے محفوظ رکھنے کے لئے مقتول کے دارثوں سے گفت و شید کی اور ان کو بجاۓ ایک بیت کے دو دیت لے کر قاتل کو معافی دینے پر رضامد کریا، مکن ہے کہ دارثاً مقتول پر بھی ہمیت سلطانی غال بگئی ہو اور انہوں نے دیت مل جانے ہی کو غنیمت سمجھا ہو، ابھر حال بادشاہ کو اس کی ملکاع دی گئی۔

لہ مر آتے مکن دری۔

فرمایا کہ وارثان مقتول گو دیت لینے پر رضامنہ ہیں تاہم اس کو قبول نہ کرنا چاہئے اور نہ دومند
کو قتل ناچی پر دلیری ہو گئی یہ کہہ کر حکم دیا کہ صحیح عام میں قاتل کا سراڑا دیا جائے۔

اصلاحاتِ ملک

اس انصاف و معدالت کے ساتھ حکمرانی کرتے ہوئے آپ ان کو پائیں گے کہ وہ
رعایا کی خبرگیری، تیموری اور بیوائوں کی دستگیری، علماء و مشائخ کی حوصلہ افزائی اور ملک کی
سربراہی و شادابی کے بہترین شغلوں میں صروف ہیں، جھاٹیوں اور جنگلوں سے ملک صاف
کیا جاتا ہے، شہروں اور قصبوں کی آبادی کی کوشش ہوتی ہے، عمارتیں بننی ہیں، باغات
تیار ہوتے ہیں، بھومیوں اور پھول بچل اُس وقت تک گجرات میں ہیں یہو نچے تھے، وہ دور
دراز مقامات سے منگو اکر لگائے جاتے ہیں، ایران و خراسان سے ہم زند اور کارگزار بلائے
جاتے ہیں، وہ فتوائے اور آثاریں تیار کرتے ہیں، بڑے بڑے وسیع و عینیں تالاب نگنت
بنو کر بچوں بیچ میں جزیرے بچھوٹے جاتے ہیں اور ان میں ہر سے بھر سے باع اوڑھدار
عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں، بہماں کشتیوں کے ذریعہ سے انسان پہنچ کر ریح میں بالیدگی اور
دام میں شافتگی کے سامان ہمیا پاتا ہے، آم، انجیر، کیلہ، سنگڑ، انگور، انار، کمرک، فالس،
ناریل، جامن، آنول، کھل، بڑل، کھلنی، اور پھولوں میں گلاب، سیتوں، چنپے، چیلی، بیلی،
موگرہ، جوئی، کیتکی، کیوڑہ، وغیرہ دُور دُور سے منگو اکر باغوں کو ان سے آراستہ کیا جاتا ہے،
امراء چاہتے ہیں کہ ایک وسرے پر بیقت لے جائیں، لطف یہ ہے کہ ملک کی سربراہی و شادابی
کی تھا اسی پر قناعت نہیں کرتی، بلکہ اذن عام دیا جاتا ہے کہ جو شخص میوه دار درخت

لہ مرآۃ سکندری۔

لگائے گا، اس کو انعام دیا جائے گا، میجھے ہوتا ہے کہ ایک پریزاں کو بھی اس کی ہمت ہوتی ہے کہ وہ اپنے مکان کے آس پاس میوہ دار درخت لگائے اور انعام حاصل کرے۔

محمود شاہ اول کی ہو صد افرانی بیان تک بڑھتی ہے کہ اشائے رہ میں کی بلے نواکے دروانے پر بھی کوئی نہال نظر آتا ہے تو سواری روک لی جاتی ہے اُس کو بلا کر پوچھا جانتا ہے کہ تم پالی گہاں سے لاتے ہو، اگر وہ کہتا ہے کہ دور سے لانا پڑتا ہے تو اس کے لئے کنوئیں کی تیاری کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کو کچھ روپیرے بھی عنایت ہوتا ہے کہ وہ مشی نژادیش ترینے شغل کو جاری رکھ سکے کوئی دوکان خالی نظر آتی ہے یا کوئی مکان گرا پڑا دکھائی دیتا ہے تو مقدموں اور متصدیوں کو بلا کر ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یکیوں غیر آباد ہے پھر ہواباب اس کی ویرانی کے ہوتے ہیں ان کو دوڑ کر کے انتظام کیا جاتا ہے کہ یہ از سر نو آباد ہو جائے۔

زراعت کی ترقی

خنزروں کی فصل میں فالیزوں کی کثرت اور فرادانی گیلوں کے ہرے بھرے باغات اہلہا تے ہوئے کھینتوں کی شادابی اور قسم کے اجنس کی پیداوار کو کچھ تو زمین کی مناسبت اور زیادہ تر ان بیدار مغربادشاہوں کی تیک نئی کامنہ سمجھنا چاہیے، ایک ماں ایسا تھا کہ جرت میں اچھے قسم کا چاول نہیں پیدا ہوتا تھا، بڑی پیداوار وہاں کی باجرہ اور ہر موٹھا اور اسی کی چجزوں کی تھی، عمدہ قسم کے اجنس کی کاشت کم ہوتی تھی، شاہان ہجرات نے لوگوں کو ہو صد دلایا جا بجا سے تخم منگوائے اور قسم کے ہندوؤں میں عمدہ سے عمدہ کا چاول وہاں پیدا ہونے لگا، بنشکر کی کاشت کو خوب ترقی ہوئی اور عایا کو کاشنکاری کی جا تباہی میلان ہوا کہ جس قدر حصہ

لہ مرآۃ سکندری ۷۳ مرآۃ احمدی مصنفہ محمد بن محمد علی ہجراتی۔

ملک کا بولیشوں کے چرانے کے کام میں لانا چاہئے تھا، وہ بھی مزروع ہو گیا، مظفر شاہ طیم کے زمانہ میں جب اس وقت کو لوگوں نے محسوس کیا تو بادشاہ سے شکایت کی اور اس کو اپنے تمام قلمروں میں حکم نافذ کرنا پڑا کہ ہرگاؤں میں اس قدر زمین زراعت سے خالی چھوڑی جائے جس میں بولیشوں کے واسطے چراغا ہیں، قائم ہو سکیں۔

صنعت و حرفت

ان بادشاہوں کی روشن داعنی یہیں آکر ختم نہیں ہوتی، بلکہ وہ آگے بڑھتے ہیں، دنیا کی متعدد قوموں کو دعوت دیتے ہیں، جو کارخانے اصلاح طلب ہیں، ان میں صلاحیں کرتے ہیں، اور جن کاموں سے اہل گجرات اب تک نااشاہیں ان کاموں کے لئے نئی نئی راہیں ڈھونڈ رہتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گجرات میں صد کارخانے بھل جاتے ہیں اور سیکڑوں طرح کی بیش قیمت و نادر اشیا احمد آباد میں بننے لگتی ہیں، سنگ تراشی، زردوزی، کارچوب، چلنی کا کام، صندل اور ہاتھی دانت کی نادر اشیا، زربفت، کخواب، محل، سفر لاط، الائچے، چکن اور چیرہ، ایسی چیزوں تھیں، جو ہندوستان میں نہایت بیش قیمت فروخت ہوتی تھیں، علاوہ ان کے احمد آباد کا غذانی اعدادہ بنایا جاتا تھا کہ دولت آباد کشمیر کا غذی باوجود دوسری طرح کی خوبیوں کے نفاست و صفائی میں اس کے برابر نہیں سمجھا جاتا تھا۔

سنگ پٹھانی جو کوہستان ایدر سے برآمد کیا جاتا تھا اُس کا پونز چھتوں اور دیواروں پر لگایا جاتا تھا، اس کو گجرات کے کاریگر اس طرح سے رکھتے تھے جو آئینہ کی طرح سے چکنے لگتا تھا اور اس میں صورت نظر آنے لگتی تھی، شاہجهان نے قلعہ معلیٰ کی عمارتوں میں اسی پونز کی استراحت کی

کرائی تھی، جو سیکڑوں برس گز رجانے پر اب بھی دیکھنے والوں کے واسطے آئینہِ چیرت ہے۔ محمود شاہ اول نے احمد آباد سے بارہ کوس پر ایک شہر محمود آباد کے نام سے آباد کیا تھا۔ محمود شاہ دوم جب سرپر آئے سلطنت ہوا تو اس نے بھائے احمد آباد و محمد آباد (جانپانیز) کے جو اُس کے اصلاح کے زمانے میں پائی تھت تھے، محمود آباد کو اپنا پائی تھت قرار دیا اور احمد آباد سے محمود آباد تک دُور و یہ بازار نیار کئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عماقیں بنائیں اس طریقے سے دونوں مل کر ایک شہر ہو گئے تھے اور فتح رفتہ قسم کی صنعتوں و خرقوں کا مرکز تقلیل قرار پا گیا تھا، مرازا مین بن احمد رازی نے ہفت اقلیم میں لکھا ہے:-

”احمد آباد دار الملکِ گجرات ست، محیثیت لطافت و گیفیت آبادانی و شہرت

بزم و لایتِ ہندو رجحان دار و دوزراہست ساخت لطافت انبیاء عمارتِ ششی از بلدن

دیگرست اگر گفتہ شود رکل بلاد عالم بایعظت و اراستگی شہر سے موجود نہ شد اعزاق

و مبالغہ نہ بودہ باشد و بازارش بخلاف شہر باءے دیگر نہایت و سعت و پیراستگی

دار دود کائیش دو مرتبہ و سرتربہ در کمال تکلف و زینت ساخت شدہ“

مرازا علی محمد نے مرآۃ احمدی میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:-

”اُجھ بخوبی آں شہر کتر خواہ بد بچانچ پچ آں رازینت البلاد و عروں ملکت خواند

اقتنے نادرہ سجل می آید و باکاف و اطراف عالم می برند و تجارتی و بحری ازان غصے

می گردند، مساجد و بازار باءے متعبدہ دار دود در جو لال شہر صد و سمعت پورہ

آباد بود چوں نوبت سلطنت سلطان محمود ثانی رسید محمود آباد دوازدہ کروہی بلده

را پائی تھت خود گردانید و از احمد آباد تا آں جایا زاکے دور و یہ ساخت و مردم

لہ مرآۃ احمدی۔

را فرمود تا بر اطراط آن عمارت ساختند که در حقیقت یک شهر شده بود تبدیل یک ارباب
صنایع و بدایع فراز هم آمد و به تفصیل کارخانی و انواع اقتصادی زریں و ابزی از جنس
کنواپ قسطی و الائچی و محل و چکن و زی و کارچوب بنای بر موقوفات آب و میوه و زنگ
بهار راجح بر حیثیت ولایت هند و تران برآمد که در اطراط عالم واقعه ایان
و توران و روم و شام بنام و نشان کارگرات مشهور و معروف شده.

اگرچه دویں صدی ہجری میں گجرات پرتبا ہی آئی اور اکبر بادشاہ کی ملکستالی کی
خواہش نے اُس کوتباہ و بر باد کردیا تا ہم تدت دراز تک اگرہ و دہلی کے درباروں کی سچاو
گجرات ہی کی نفیس و نادر اشیاء سے کی جاتی تھی.

شاه جہاں ایام شاہزادگی میں جس وقت گجرات کا گورنمنٹ مقرر ہوا کیا اور بیہاں کی مصنوعات
کو اس نے بھیشم خود دیکھا تو ایک شاہی کارخانہ احمد آباد میں قائم کیا جس میں گجرات کے ہنرمند
کارگر کام کرتے تھے اسی کارخانے میں ایک تخت مرصع دس لاکھ روپیہ کی تیاری کا اور شمشیر کا
پر دلہ دلکش کی تیاری کا اپنے پر بزرگوار کونڈ رینے کے واسطے بنوایا تھا، ۱۰۳۲ھ میں جب
باقی بیویوں میں چھکڑا ہو گیا تو تخت کو صحن خان دیوان گجرات نے توڑ پھوڑ کر مسکوک کر دیا
اور پر دلشاہ بیہاں کے کارپردازوں کے ہاتھ آگیا جو اس کو پہنچ گیا۔

دلی میں قلعہ معلیٰ اور تخت طاؤ سی کے تیار ہونے پر جو ۱۰۳۴ھ میں دربار ہوا ہے،
اُس کے لئے زریفت کا شامیانہ ایک لاکھ روپیہ کی تیاری کا اسی کارخانے میں تیار ہوا تھا،
جس کے محلی سائبان اور طلاقی و نقیری ستوں کے نقش و نگار احمد آباد کے کارگروں کی ہنرمندی
کا نتیجہ تھے، مرزا علی محمد نے مرآۃ احمدی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے:-

له آثار الامر اصنف صمام الدوله نواب بعد الرزاق خان خوانی وزیر دولت آصفیہ دکن۔

و در روز نوروز سال هزار و چهل و چهار ایک مخمل زربفت که در کارخانه سرکار
والاد راحمد آباد که هزار و چهل و چهار ایک مخمل زربفت که در کارخانه سرکار
و به کم لک روپیر گشته بود و سایه ایان باعه مخمل زربفت و متوجهانه طلا و نقره
بحضور ارسال داشته بودند در این حاشیه نوروزی دلپیش ایوان رفیع بنیان دولت خانه
خاص برافراخته شد تهم در این نوروز تخت طاؤسی که مبلغ یک کروروپیر کسی هزار
و صد همان عراقی برآمده بود جلوس فرمودند.

شاہیاں کے عہد سلطنت میں دوسرا بار بارگاہ محلی زربفت کلابتونی بناوت کی
جس کا طول ۳۴۰ متر اور عرض ۲۳۲ گز کا تھا پس هزار روپیر کی لاگت سے اسی کا خانه رکار
میں تیار ہوئی تھی اور ۱۹۰۵ء کے حشیش میں اتنا دھن کی گئی ہر را علی محمد مرآۃ احمدی میں کہتا ہے:-
”وہم دریں سال در روز حشیش تحری خاقان گنیتی تان بارگاہ محلی زربفت مشرق کلابتون
بافت بطول چهل و سه درع و عرض سی و دو درع که در کارخانہ احمد آباد بستن پنجاہ
ہزار روپیر ہتاشدہ بود برافراخته شد“

عالیگیر کے عہد دولت میں بھی یہ کارخانہ اچھی حالت میں رہا، اور سرکاری فرائشوں کی
تعییل ہیاں سے ہوتی رہی، کسی خاص فرمائیش کا علم تو مجبو حاصل نہیں، مگر خود دولت کی ایک تحریر
مجھے ملی ہے جس کو پڑھ کر آپس بات کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ گجرات کے متعلق جو کہا گیا ہے
وہ مورخین گجرات کی نزدیک بالاخوانی نہیں ہے بلکہ عالیگیر جی سے دقیق رسانی اور نکتہ سچ فراز وائے نہ
نے گجرات کو زیر بُریت زینت ہندوستان“ قرار دیا ہے، اور اس کی بھی یہ رائے ہے کہ جو چیزیں وہاں
تیار ہوتی ہیں وہ مصبوط، نہایت زرق برق اور بیش قیمت ہوتی ہیں اب آپس خط کو ملاحظہ
فرمائیے جو عالیگیر نے شاہزادہ محمد اعظم کو لکھا ہے جو اس زمانے میں گجرات کے گورنر تھے

”آن والا نسب گرامی حب در فرائشہا و تصریفہا سلیقہ درستی دارند و در گجرات
کر زیب زینت ہندستان ست ایں کسب ارباب ہنر ہم جہت می باشد بالفعل
کار خانہ سرکاری محلی کے ازاں جامی آید پر کار و بیش نزد بیمار زرق و برق و درشت
و گران ست اگرچہ کل شئی امائل ادله باطل اماظن برکریہ یہ ملود لہ ما بیشا کرده
تا جل مسکی کار بکار لال باید کرد النصیب یصیب در کار خانہ دار الخلاف است
شاب ہجہان آباد کھواب قطعہ خوب می شد الحال موقوف شدہ آن والا گہرہ ماں طور
بل فرمانید در آن جا خوب خواہ پڑھن“

اس شہادت کے بعد اس کی ضرورت نہیں بھی کریں اور شالیں پیش کرتا گریجوشن نظر
ہیں ان کو چھوڑنا بھی مناسب نہیں سمجھتا، اور اپنے احباب گجرات کی صیافت طبع کے لئے کچھ اور
عرض کرتا ہوں۔

عامگیر مرحوم کے بعد شاہ عالم تخت نشیں ہوا، اس کے عہد سلطنت میں بھی چار محلی
شامیاں کی جوتا رہ دار خوش طرح اور سنگین ہوں فرالیش آئی بھی، جن کی لاگت پیٹھہ ہزار
روپیہ بخیلی کی گئی (مرآۃ احمدی ملاحظہ ہے)

”برائے سراجام و ارسال چہار شامیاں محل دوزی تارہ دار خوش طرح ٹکیں کر
بالائے تخت مبارک ایتادہ شود و سارہ ابیک دیوان خاص کر برا اور داشت
و پنج ہزار روپیہ شدہ بدیوان صوبہ احکام رسید“

راجہ جے سنگھ نے محمد شاہ کے عہد سلطنت میں جیپور آباد کیا، احمد آباد کا نون پیش نظر تھا
چڑی چوڑی سڑکیں اور وسیع و کشادہ بازار تعمیر کئے، اور یہ چاہا کہ احمد آباد کے صناعوں اور
کاریگروں کو لا کر آباد کرے اور جو صنعتیں و حرقتیں احمد آباد کے ساتھ مخصوص ہیں، ان کو

جیپور میں رائج کرے، اس غرض سے اس نے احمد آباد کے کارگروں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر جیپور بلایا، جب بھی اس کو کامیابی نہیں ہوئی، اس قصہ کو مرآۃ احمدیٰ یقظیل سے بیان کیا ہے:-

”وطرف ایں کر انچہ دربلدہ احمد آباد سماجی و قصاری و دقائقی بار و نت سے برخلاف امکہ دیگر بفاصلہ گروہ ہے بعل آرند بخوبی آن نیست، راجہ جے سنگھ زیندار آنہیہ رعید فروع ارمگاہ مکانے را نو آباد ساختہ بے ہے نگرو سوم گرو انید خواہش نمود کر اجناں کو در احمد آباد یافتہ می شود و آس جام ترب شود شرعاً باش و نساجاں را بانحات و مراعات زرخیثی طلب اشتہ کار خانہ بنا نمودہ پھون تقاضی نمودن برنگ قماش وزیریائی احمد آباد نشر و قاقاں ظاہر نمودن کوچب و رخت کھلی کو در آس جا و آلات دقائقی ازاں می شود پھوں دیں جانیست شاید بنا بر آس صفائحی گیر در اجه چند عراج آلات دقائقی از کوتک تختہ از احمد آباد طلب اشت اما فائدہ مُرتب نہ گشت“
میں سمجھتا ہوں کہ اب تک جو شہزادیں میں نہ پیش کی ہیں وہ اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ شہزادیں گجرات کی ہمہ گیر طبیعت اور بے مثل فیاضی نے گجرات کو قہر می صنعتوں اور حرفتوں کا مرکز بنایا تھا، اور انھیں خصوصیتوں کے لحاظ سے ہندستان کا کوئی حصہ اس سے لگا نہیں کھانا تھا، امین رازی کا احمد آباد کی نسبت یہ کہنا کہ ”بحسب رطافت و گفتہ ابادانی و شهرت بر نام ولایت ہند رجحان دارد“ یا عالمگیر روم کا گجرات کو ”زیریں زینت ہندستان“ قرار دیا ہڑی و قیس شہزادیں ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جو اس ایران کا باشندہ ہے جس کی عنان حکومت سلاطین صفویہ کے ہاتھوں میں بھی اور اپنی تہذیب تدرن کے اعتبار سے اُس وقت ساری دنیا سے منازع سمجھا جاتا تھا، دوسرا وہ ہے جو ہندستان کا رسے بڑا فرازرو اے،

— بلخ و بدخشان سے لے کر ایک جانب ساحل کا روندہ تک اور دوسری جانب آسام تک تمام ملک اس کے زیر نگیں ہے اس کے مقبوضات کے متعلق اس سے بہتر کوئی شخص رائے قائم نہیں کر سکتا۔ مگر یہ

یہ باتیں ہیں جب کی کہ قائم جوان تھا

علوم و فنون کی قدردانی

جو حالات اب تک میں نے عرض کئے ہیں ان سے آپ س بات صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ جن روشن دماغ بادشاہوں کے ایسے کارنامے ہوں گے انہوں نے علوم و فنون کی اشتراک و ترویج کے واسطے کیا کچھ نہ کیا ہو گا، میرا خجال تو یہ ہے اور میں اس کو بلا خوف مخالفت کہہ سکتا ہوں کہ شاہان گجرات نے اپنی طریقہ دموبرس کے زمانہ فرماز وائی میں جس قدر علوم و فنون کی سر پستی کی ہے، دہلی کی شش صدر سالہ تابعی اُس کی نظر نہیں پیش کر سکتی، یہ صرف ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز و میمن دیگر حاکم اسلامیہ کے چیدہ و بگزیدہ علماء نے گجرات میں آگر بود و باش اختیار فرمائی ہے جن کے فیض سے چند نوں میں گجرات مالا مال ہو گیا اور خود گجرات میں اس پاؤے کے علماء پیدا ہوئے، جن کے فیض علمی کی آبیاری سے اب تک ہندستان کی درس گاہیں سیراب ہو رہی ہیں، اگر آپ س کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو شیخ عبدالقدوس حضرتی کی آنور اس فراز ابو بکر شبلی کی المشرع الرویٰ محمد بن عمر آصفی کی طفرواواہ اور اگر میری ناچیر تصنیفات شائع ہو گئی ہوئیں تو میں کہتا کہ "العواور جنت المشرق" اور "نزہۃ الحاظط" ملاحظہ فرمائیے اُس و لہ ان نیوں کتابوں کا مجموعہ ہندستان کی تابعی ہے۔ (۱) العوارف فی الواع الحلم و المارف فی علوم و فنون کی (باقی ص ۲۹)

آپ پر ایک حریت انگیز حقیقت کا لکھا ت ہو گا، اور آپ سچے بھیں گے کہ جگات اگر علوم و فنون غلطی کے اعتبار سے شیراز تھا تو حدیث شریف کی خدمات کے حاظ سے ہیں یہوں سے متأمل رکھتا تھا۔

بعض علماء نے شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کی نسبت لکھ دیا ہے "اول او در ہندوستان حدیث اور دو نشر کرد" اگر دہلی کے حاظ سے یہ کہا جائے تو ایک حد تک صحیح ہے لیکن الگ جگہ کو بھی آپ ہندوستان کا ایک صوبہ یہم کرتے ہیں تو غلط اور طغی غلط ہے، شیخ عبدالحقؒ کی جلالت قدیمیں کچھ شے نہیں انہوں نے حدیث شریف کی ٹڑی خدمت کی ہے برسوں درس دیا کتابوں کے ترجیح کئے، اور اس فتنہ شریف کو بوجبریت الحمرا و عنقاے غرب ہورا تھا، ہر کرومنتک

(ایقونیکا) تایبخ بیان کی ہے اس طور پر کشلا قلندریش کس زمانہ میں ہندوستان آیا اس کا نصاریٰ تبلیغ کی تھا، اس فتنہ میں علمائے ہندوستان کی تصنیفات کیا ہیں اور اس فتنے کے ناموں علماء ہندوستان ہی کون کون تھے جنمیوں نے اس کو ترقی دی (۲۷) جنہیں المشرق و مطلع النور الشرقی میں تین فن میں اول میں جزا فی ہندوستان کا بیان کیا ہے اور کوئی ٹرانسپورٹ سے اس کو بیان کیا ہے اس کو پڑھ کر آپ ہندوستان قید و جدید کے صحیح حالات معلوم کر سکتے ہیں بیان کی پیداوار از قسم اجسام فوکر وادو وغیرہ ایک ایک کر کے بتائے ہیں اور تنام تاریخی مقامات کا شہر ہوں سے گزر کر دیبات تک پتہ چلا کر دکھایا ہے اور جو جو تغیرات ان میں ہوئے ہیں ان کو تابعیت و ظاہر کر دیا ہے دوسرے فتنہ میں از آغا ظہور اسلام تا آخر ہندوستان کی اسلامی تایبخ بیان کی ہے یا گجرج نعموی کام ہے گرام کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ تصمیع روایات میں لکھناہتمام کیا گیا ہے اور جو تاریخ فارسی و اوردو میں اس وقت موجود ہیں اور ان میں بوجھنے ناقص تھے ان کو کس جدوجہد سے پورا کیا گیا ہے تیسرا فن خطوط و آثار و عنzerہ میں ہے اور تنام تریخت صفت کی دماغ سوزی اور غیر معمولی جدوجہد کا تیزی ہے اور بالکل نئی چیزیں میں مسلمان ہنگارانہنہ کے اصول حکمرانی یعنی آئینی محدث انتظام فوج طرقیہ جنگل دربارداری تقریبات وغیرہ کو علیحدہ علیحدہ بتایا ہے اور پیواری سے لے کر وزیر اعظم مکہ مسجد قدر جدوجہد سے ملکی و مالی تھے اس ب کو بیان کیا ہے اور شاہانہنہ نے رفاه عام کی غرض سے جو عمارات بنائی ہیں شہزادہ انبار، مساجد، مدارس، شفاقتی وغیرہ ان سکلے ذکر کیا ہے۔ (۲۸) نزہت اخوات و بھیت المساح والنواظر آٹھ بحدوں میں ہے اسی ہندوستان کے شاخن خطاء شرعاً و رواه، اور شاہیر ملک کے حالات جمع کئے ہیں ۱۵۰۰ سے اب تک جس قدر نامور لوگوں کے حالات مل سکتے ہیں وہ سب اس میں ہیں یعنیوں کا میں بست سالہ حنفی و ماعنی سوزی کا تیزی ہیں جو سنتا ہے وہ پچھلے کے کھپوتوں کیوں نہیں میں اس کا بجا بواب دوں اس کو اس مضمون کے پڑھنے والے بتائیں۔

پہنچا دیا، لیکن اس واقعو سے بھی انکا زندگی کی حضرت شیخ ہنوز عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے، اس وقت گجرات میں شیخ الاسلام زکریا شمس الدین سخاوی اور علامہ ابن حجر الٹکی کے زمانہ کی درس گاہیں کھلی ہوئی تھیں اور شنگان حدیث ان سے سیراب ہو رہے تھے۔

مدارس گجرات

جس طرح سے اس زمانہ میں مدارس کے واسطے جدا گانہ عمارتوں کے بنانے اور ساز و سامان پر بے اندازہ روپی صرف کرنے کا دستور ہے مسلمانوں کے عہد حکومت میں کبھی نہیں رہا، جس طرح سے اسلام کی پاک تعلیم ہم کو سادہ زندگی اختیار کرنے کی بہارت کرتی ہے اور ہمارے مرనے اور جیتنے میں بھی سادگی ملحوظ رکھی ہے اسی طرح سے ہماری یہ بھی سادہ طریقہ سے ہوتی تھی ہمارے پیرو مرشد روحی خدا نے خاک پاک مدینہ میں جو پہلی عمارت بنائی تھی اور جس کو مسجد بنوی کہتے ہیں وہ ہمارا پہلا مدرسہ تھا، اُس کے بعد تینی مساجدیں نیا میں تیار ہوئیں، انھیں کو آپ مدارس سے تعمیر کر سکتے ہیں، یہم کا پرانا طریقہ تھا کہ اتنا مسجدیں اگر بڑی چیز جاتا اور اس کے گرد میشناگر دوں کا حلقہ بن جاتا تھا، اس اندھہ خالص اللہ درس دینتے اور ان کے شناگر و چانائیوں پر سوکار اور دو دچراغ کھاکر تھیں علم کرتے تھے، بڑے بڑے شاہزادوں کو بھی اگر علم کا ذوق ہوتا تھا تو وہ بھی بھروسے میں جا کر اوس اندھہ کے سامنے زانوے ادب تدریس کے بیٹھتے تھے، یہی طریقہ پوچھی صدی ہجری تک علی العموم جاری رہا، اس کے بعد رسے پہلے نیشاپوریں مدرسے کے لئے ایک شاندار عمارت بنائی گئی اور اس اندھہ کی تنخواہیں اور طلبہ کے وظائف مقرر ہوئے اُس کے بعد بندگاویں نظام ایام و مستنصریہ کی

لہ مسٹریکی عمارت اتنا بندگاویں قائم تھی اور ترکوں کی ناقر رالی سے کر کر خڑک کا کام فریضی تھی، افسوس ہے کہ نمازِ جہاں کی خواجہ گنگے نے اس کو ضفیع، سستی سے مٹا دیا اور خلافاً گئے بغدا دیکی یہ بے پرواہی ملکی یادگاری نہیں رہی۔

عمارتیں تیار ہوئیں اور دوسرے ملکوں میں اس کی تقلید کی گئی۔
 ہندوستان میں بھی فہری اگلا طریقہ تعلیم و علم کا جاری تھا، جو ارباب خیر مسجدیں بنوائے
 تھے اور اسی نیت سے بنوائے تھے، جو نوریں امام کی مسجد کو حاکر دیکھئے اور اس کے گرد پوشی
 مجوہوں کو ملاحظہ کیجئے، یہ ملک العلماء شہاب الدین دولۃ آبادی کاظمیہ اشان مدرس تھا، لاحر
 میں وزیر خاں کی مسجد دیکھئے اس کے گرد پوشی دو کامیں تھیں؛ اور بانی مسجد کا نشان یا تھکار
 اس کی آمدی سے دو عالموں کو تشویہ ہیں میں جائیں تاکہ وہ اطہیان فراغت سے طلبہ کو دریں دیں،
 پرانی دہلی میں قلعہ دیں پناہ کے پھاتک کے سامنے اہم اہم کی مسجد اور زرعی دہلی یا شاہجهان باد
 میں فتحوری مسجد ملاحظہ کیجئے اور ان دو کافوں کو دیکھئے جو ان کے گرد پوشی بنوائے
 گئے ہیں، اس کا مقصد سو اس کے اوکیا ہو سکتا ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔

اسی اصول کے موافق آپ گجرات کی بھی نام مسجدوں کو جواب کھنڈ رہیں اور خانقاہوں
 کو جواب مقرر ہیں یہ سمجھئے کہ وہ کسی زمانہ میں عظیم اشان مدرس سے تھے۔

باہیں ہمہ اصطلاحی معنوں میں بھی گجرات میں مدارس تعمیر کئے گئے تھے، مگر افسوس
 ہے کہ تاریخوں سے ان کا پتہ چلا نامشکل ہے، علوی شیرازی نے احمد آباد کے ذکر یہ لکھا ہے
 مدارس دروبے حد و خانقاہ

برائے مسافر کہ آید ز را ہ

مگر احمد شاہ بانی احمد آباد کے حالات آپ پڑھ جائیے ہے جو نوکیا آپ کو ایک مدرسہ کا
 سراغ بھی نہ ملے گا، اسی طرح محمود شاہ اول کے حالات میں سکندر مرزا نے لکھا ہے:-

* سراۓ عالیہ و رباطہا میں مخالف از برائے ابناء سبیل بنیاد نہادہ بود و مادریں

له الحخط و الآثار المقریزی ۲۷ تجلیٰ نو مصنفہ سید احمد زیدی میں تحقیقات ہوتی ہے۔

پہشت آئیں و مساجد پوں خلید بربیں ساختے ॥

گمراہ سکندری کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے ایک مدرسہ کا ذکر بھی آپ نہ پائیں گے تاہم جن مدد دے چند مدرسوں کا مجھ پر اغلاہنے اخیں کو پیش نظر کرنے پر اس وقت قناعت کی جاتی ہے۔

گجرات کے چند مدارس

عثمان پور سا بندی کے کنارے ایک گاؤں تھا، جس کو شیخ عثمان متوفی ۶۷۸ھ نے اپنے نام پر آباد کیا تھا، بوجو قربیِ اتصال کے اس کو واحد آباد کا ایک محلہ سمجھنا چاہئے، محمد شاہ کو شیخ عثمان سے حسین عقیدت تھی، شیخ نے عثمان پور میں مدرسہ قائم کر کے یادشاہ کی عقیدت کا صحیح مصروف تجویز کیا اس کے لئے عمارت تیار کرائی اور شاہی کتب خانہ کی اکثریت میں بوجو شاہ کی عقیدہ بندی کی وجہ سے ان کو حاصل ہو گئی تھیں طبلہ اور مدرسین کے مطالعہ کے اصطلاح و قفت کریں۔ خان سرور ایک تالاب کا نام ہے جو نہروالہ میں تھا، اور بہت بڑا تقریباً گاہ تھا اس کے گرد و پیش عالی شان عمارتیں تھیں ایک مدرسہ بھی تھا اہل علم نہیں کہ اس کو کس نے تعمیر کیا تھا، اس مدرسے کے اساتذہ میں سے ایک مولانا قاسم بن محمد گجراتی کا نام ملتا ہے، وہ قطب الدین احمد شاہ کے زمانہ میں تھے۔

نہروالہ میں شیخ حسام الدین ملتانی کے مزار کے متصل بھی ایک مدرسہ تھا جس میں لانا تاج الدین اور ان کے فرزند رشید محمد بن تاج درس دیتے تھے، اور ان دونوں کا شمار اس زمانہ کے ممتاز اساتذہ میں تھا۔

ایک بہت بڑا مدرسہ سرخیز میں تھا، بہاں شیخ احمد کہتو گنج بخش کا مزار ہے مزار کی عمارتیں محمد شاہ نے تعمیر کی تھیں غالباً مدرسہ کی عمارت بھی اسی نے تیار کی ہو گی، محمود شاہ

ومنظرو شاہ کے زمانہ میں الفقیر حسن العرب الداکھولی اس مدرسہ کے اساتذہ میں بہت متاز درجہ رکھتے تھے۔

احمد آباد میں علامہ وجیہ الدین کامدرسہ سے زیادہ مشہور ہے اس مدرسہ میں طلبہ کو وظائف بھی ملتے تھے تقریباً پانچ سال تک علامہ مددوح نے اس میں تعلیم دی اور مرنے کے بعد اسی میں مدفن ہوئے اور ان کے فرزند مولانا عبد اللہ ران کے جانشین ہوئے صادق خان نام ایک مدرسہ کی عمارت از سر نونیار کی جس میں طلبہ کے رہنے کے واسطے مکانات بنوائے اور وظائف کا معموقول انتظام کیا۔

سیف خان کامدرسہ بھی احمد آباد میں تھا جس کو نواب سیف خان نے قائم احمد آباد کے سامنے ۱۰۳۳ھ میں بنوایا تھا، یہ عمارت کے سحاظ سے بہت عالی شان مدرسہ تھا۔ احمد آباد میں ایک اور عالی شان مدرسہ تھا جس کو نواب کرام الدین خاں گجراتی ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کے صرف سے تعمیر کیا تھا، تعمیر کا آغاز ۱۱۰۲ھ اور انجام ۱۱۱۴ھ میں دو کانوں کے علاوہ موضع بھٹڑ اور موضع اماس وظائف طلبہ کے لئے وقف تھا اور از خلیل عینگر کے واسطے مقرر تھا، اس مدرسے کے نامور مدرس علامہ نور الدین گجراتی تھے۔ سوت میں سید محمد بن عبد اللہ العیدروس کے مزار کے پاس حاجی زاہد گیگ نے بناء توییت شیخ حضرت صادق ۱۰۳۴ھ میں ایک مدرسہ تعمیر کیا تھا جس میں زمانہ دراز تک علوم و فنون کی تدریس ہوتی رہی۔

سوت میں مرجان شامی کی سجدہ بہشتیہ دریگ کام دیتی رہی ہے نواب طفرا باب خان نے اپنے زمانہ میں مدرسہ کے واسطے ایک خاص عمارت تیار کی جس کی تکمیل حاجی میلان بود دفعہ

کے پوتے کے وقت میں ہوئی۔

محمد بن کرام کی تشریف آوری

مولانا نور الدین احمد شیرازی ایک زبردست عالم غالب احمد شاہ اول کے عہد میں گجرات تشریف لائے تھے، بوجامع علم حکیمی میر سید تشریف کے شاگرد تھے صبح بخاری کی سدر ان کی باعتباً رفت و سائل کے اتنی عالی تھی کہ جب وہ سندھ جا وزین پہنچی ہے تو ماں کے بڑے بڑے بڑے محمد بن نے اس کو شوق و رغبت سے حاصل کیا، اور ہمیشہ اس پر فخر کرتے رہے۔ علام سروجیہ الدین محمد بن محمد المالکی المحدث، علامہ شمس الدین سخاوی کے شاگرد تھی شاہ بابا گجرات نے ان کو ملک المحتیین کا خطاب دیا تھا، ساری عمر گجرات میں یہے اور ۹۲۹ھ میں وفات پائی۔

جمال الدین محمد بن عمر حضرت مشہور بحرق شاگرد رشید علام سخاوی نظر شاہ طیم کے استاد تھے، ۹۳۶ھ میں وفات پائی، احمد آباد میں ان کا مزار ہے۔

شیخ عبدالمعطی بن احسان باکثی المکی کو شیخ الاسلام زین الدین ذکری الفاری سے حدیث کی سند حاصل تھی، ۹۸۳ھ میں وفات پائی۔

شہاب الدین احمد العیاسی المصری شیخ الاسلام زین الدین ذکریا کے شاگرد تھے، اور صاحب تصنیف تھا شاہ بابا گجرات کے نام پر کی تابری تصنیف کی تھیں، ۹۹۲ھ میں وفات پائی۔ شیخ محمد بن عبد الشراف الفاہدی الحنبلي شیخ ابو احسان بکری اور علامہ ابن حجر عسکری کے شاگرد تھے، ۹۹۲ھ میں وفات ہوئی۔

سید شیخ بن عبد الشر العیدر و مسلم علامہ ابن حجر کی اور حافظ عبد الرحمن بن بیع الشیری
کے شاگرد تھے ۹۹۶ھ میں وفات ہوئی۔

شیخ سید شافعی جبشی شاگرد ابن حجر کی متوفی ۹۹۱ھ جمال الدین محمد بن عبد الرحیم عموی
متوفی ۹۸۷ھ جمال الدین محمد علی بن الحشیری متوفی ۹۸۴ھ محمد الدین محمد بن محمد الایحییٰ
یہ چند اسماء گرامی ان محدثین کے میں جنہوں نے گجرات میں رہ کر اپنی عمر عزیز اس فن شریف
کی خدمت میں بس کر دی اکچھا لیے کھلی میں یو تو تشریف لائے اور برسوں یہے لوگوں نے ان
فائدہ اٹھایا پھر واپس تشریف لے گئے انہیں بزرگوں میں سرایہ نازش ہندوستان حضرت
شیخ علی تقیؒ تھے، یو گجرات میں بود و باش اختیار کرنے کے بعد بھیرت کر گئے تھے دو تین بار
ہندوستان تشریف لَا کرا حمد آباد میں یہے اور اپنے انفاس متبرک سے لوگوں کو عرصہ تک
مستفید ہونے کا موقع ڈیا۔

انہیں بزرگوں میں سید عبد الاقول حسینی شارح صحیح بخاری کی ذات گرامی ہے جو
آخر عمر میں سیرم خاں کے اصرار سے دہلی چلے آئے تھے اور یہیں رحلت فرمائی، یہ برسوں
گجرات میں یہے شیخ طیب سندی تے زمانہ قیام گجرات میں ان سے حدیث پڑھی تھی یو
تقریباً چھاس برس تک ایک پور و بہان پور میں اس فن تشریف کی خدمت کرتے رہے ہیں۔
شیخ عبد الشر بن سعد الدین متوفی اور شیخ رحمۃ الشریف عبد الشر سندی دونوں کا شمار محدثین کبار
میں تھا، اور دونوں ہماجر تھے کشش آب و دانے سے پھرہنہ ہندوستان تشریف لائے اور برسوں جبراً
میں رہ کر حدیث کی خدمت کرتے رہے اسی زمانہ میں شیخ بہلوں دہلوی نے گجرات پہنچ کر ان دونوں
بزرگوں سے حدیث پڑھی تھی، اور دہلی واپس جا کر مدة العمر اسی فن تشریف کی خدمت کرتے رہے۔

لہ نذکورہ بالاسماء گرامی النور اسا فروعہ سے لئے گئے ہیں ۳۷ ظفر الوالہ۔ ۳۷ہ اخبار الایخار

ماہرین فنون ادبیہ

علوم ادبیہ کے امام علامہ بدر الدین محمد بن الی بکر الدّمّامینی کا نام آپ نے سنا ہو گا وہ شہزادہ میں گجرات تشریف لائے اور برسوں احمد آباد میں درس و تدریس فرماتے رہے تسلیل بن مالک کا نسخا احمد آبادی میں ان کو ماننا تھا جس کی ایک بسو ط شرح لکھ کر سلطان احمد شاہ گجراتی کے نام پر عنون کی، علاوہ اس کے شرح مختصر شرح صحیح بخاری اور عین الحجۃ خلاصہ جیلوہ الحیوان یتینیوں کتابیں اسی بادشاہ کے نام پر عنون کی تھیں۔

جال الدین محمد بن عبد اللطیف الجامی جو مخدوم زادہ کے نقشے مشہور اور فنون ادبیہ میں کیتا گئے روزگار تھے، شاہان گجرات کے میرنشی کی خدمات ان کے متعلق تھیں، "النور السافر" ان کے عربی قصائد کے کچھ کچھ حصے منقول ہیں، وجود یعنیہ کے قابل ہیں۔ شیخ احمد بن عبد المطیع باکثیر حدیث بھی تھے، اور ادیب بھی، ان کے لطائف ادبیہ اور قصائد بلیغہ ڈھونڈھنے سے بھی انہیں مل سکتے، "النور السافر" میں ضمناً ان کا ذکر آگیا ہے، اسی کے پڑھنے سے روح میں بایدگی پیدا ہوتی ہے۔

ثقب الدّولہ مولانا عبد الصمد دیری محمود شاہ دوم کے زمانہ میں میرنشی تھے، اور بادشاہ کو اُن کے فضل و کمال نتدين و راست بازی کی وجہ سے ان سے کمال عقیدت تھی۔ مولانا عبد الشّری محمد بن عمر آصفی کو پہلے آصف خاں وزیر کی سرکار سے متعلق تھا، اس کے بعد اُن خاں کے میرنشی ہو گئے ان کی کتاب "ظفر الولائم" موجود ہے اس کے پڑھنے سے ان کی قدر و منزلت معلوم ہو سکتی ہے۔

مولانا ابو بکر بن محسن با عبود علوی سورت میں رہتے تھے مقامات ہندی اُن کی
دہلی میں چھپ گئی ہے اس کو پڑھ کر آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ کتنے زبردست اشنازوں
تھے۔

علماء منطق و حکمة

علامہ نور الدین شیرازی شاگرد میر سید شریف علامہ ابوالفضل گاذروانی
علامہ ابوالفضل استرا آبادی علامہ عما الدین طارمی تینوں محقق دوائی کے شاگرد تھے
علامہ حسین بغدادی شاگرد میر غیاث الدین منصور علامہ ہبۃ الشریف شیرازی شاگرد
میر یاقود احمد صدر الدین شیرازی صاحب "اسفار الرعب" کے ہم سبق تھے۔

فقہاء کرام

یشحیث حسین بن عمر الوصی شایخ بدایہ فاضل عما الدین ظہیر الشرع فاضل قزوینی
فاضل القضاۃ محمد کرم فاضل نہروالätz فاضل القضاۃ جمال الدین فاضل نہروالهزفتی
زکن الدین ناگوری صاحب فتاویٰ حادیہ مفتی داؤد مفتی نہروالätz فاضل اسماعیل اصفهانی
فاضل احمد آباد فاضل جگن صاحب خزانۃ الروایات فاضل برہان الدین بہرہ وانی
الفقیہ حسن العرب۔

میں نے چند حضرات کے اسماء گرامی پیش کر دینے پر اکتفا کی ہے جو شاہین گجرات
کی فیاضانہ کشش سے گجرات تشریف لائے اور یہیں کے ہوئے ہیں ان حضرات کے فضل
و کمال کی داتا نہیں بیان کرنا اس مختصر مضمون میں دشوار ہے۔

گجرات کے وزراء بامکال

ایک سو پورا اسی سال میں تیرہ یا پچھہ بادشاہ اس سلسلے میں گزرے ہیں اور گجرات کے علمی حیثیت سے سب معمولی قابلیت رکھتے تھے، مگر ان کو خدا نے مردم شناسی اور قدر انی کا ایسا عمدہ ملکہ دیا تھا کہ ان کا دربار ہر علم و فن کے ارباب کمال سے بھرا رہتا تھا، وزارت وکالت کے عہدوں پر ایسے لوگ آپ کو نظر آئیں گے جو علم و فضل، تدبیر و بیاست میں بے نظیر قابلیت رکھتے تھے، اور اسی وجہ سے گجرات زمانہ سابق میں علم و فنون کا مرجع و مقصد بنا ہوا تھا، اور اتنی تھوڑی سی مدت میں ایسے ماہرین فن وہاں سے نکلے جن کی نظر نہیں مل سکتی۔

خداوند خاں

طبقہ وزرائیں آپ خداوند خاں کو پائیں گے، ان کا نام مجدد الدین محمد بن محمد الائچی تھا، محمود شاہ اول کے زمانہ میں یہ گجرات آئے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے روشناس ہوئے، اول رشید الملک خطاب پایا مظفر شاہ حلبی نے ان کو خداوند خاں خطاب دے کر قلندران وزارت عنایت کیا، چودہ برس تک وزیر رہے بہادر شاہ کے زمانہ میں وزارت سے بھی ترقی کی وکالتِ مطلقة جس سے بڑا کوئی عہدہ نہ تھا عطا ہوا، پسند رہ برس تک اس عہدہ پر فراز رہے، حدیث و رجال میں ان کو الیسی دشتگاہ تھی کہ بڑے بڑے علمائیں کی معلومات سے مستفید ہونے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے، ہمایوں بادشاہ نے گجرات پر دسترس حاصل کرنے کے بعد ان سے حدیث کی منڈلی

اور اپنے ہمراہ آگرہ لایا، عصر تک آگرہ میں رہے۔ شیر شاہ نے جب قابو پایا تو ان کے اصرار پر بیخ پر اجرازت دی کر یہ گجرات والیں جائیں بہاں پسخ کر محمود شاہ دوم کے زمانہ میں رحلت فرمائی۔

اختیار خاں

اختیار خاں کا نام جو کچھ بھی ہو بیر خان جسیو کے لقب سے مشہور تھے، قصیٰ نریاد کے قاضی زادہ تھے، علوم و فنون کی تحصیل کے بعد ملکی خدمتوں کی جانب رغبت کی اور درجہ بدر ج ر ترقی کرتے ہوئے وزارت کے مرتبہ تک پہنچے، اور تیرہ برس بہادر شاہ کے وزیر ہے محمود شاہ دوم نے وکالتِ طلاقہ کے عہدہ پر ترقی دی اُن کی نسبت ایک متوسط لکھتا ہے:-

وكان في الذكاء والفطنة والفراسة ذكاء ونطانت اور فراسة ميل ياس بن

ثانياً ياس بن قنة كاما العمل ثقا ثقلاً

الحكمية والمعارف اليقينية فلا تغل

ميس اس کا جو ترتیب تھا اس کے متلوں تو موال

عن ذلك وكان منقطع الفتن مجمع

ہی نکرو وہ ایک عیدم الشال شخص اور دینی

و دینیوی ریاست کا جامع تھا۔

ہمایوں بادشاہ نے گجرات پر قبضہ پانے کے بعد ان کے فضل و کمال کو دیکھ کر اپنے قرب و حضوری سے ان کو سفر فراز کیا اور جب تک گجرات میں رہا معاملاتِ ملکی اخیں کی رائے سے انجام دیتا رہا ۹۲۳ھ میں یہ شہید ہوئے۔

افضل خاں

ان کا نام عبد الصمد بن محمود بننا میں ہے، خاندان عجیسیہ کے حشم و چراغ تھے اور افضل

و فراست و تدبیر میں اپنے زمانہ کے ممتاز لوگوں میں سمجھے جاتے تھے اور جب بدرجہ ترقی کرنے والے وزارت تک پہنچے اور محمود شاہ دوم کے زمانہ میں وکالت مطلقہ کے منصب پر فائز ہوئے ان کا خاندان گجرات میں علم و فضل کی وجہ سے بہیشہ ممتاز رہا ہے ان کے چاپرہاں الملک نور الدین محمد عباسی بھی وزیر تھے ۹۶۱ھ میں افضل خاں شہید ہوئے۔

صدر خاں

یہ امیرزادہ تھے فضل و کمال حاصل کرنے کے بعد دربار شاہی میں پہنچے، وہ خدمت متعلق ہوئی اس کو خوش اسلوبی سے انجام دیا اور درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے بہادر شاہ کے زمانہ میں قلعہ نالہ دار شاہ کو ماند و میں ہمایوں بادشاہ سے شکست ہوئی تو یہ گرفتار ہو گئے، معتمد علیہ ہو گئے، جب بہادر شاہ کو ماند و میں ہمایوں بادشاہ سے شکست ہوئی تو یہ گرفتار ہو گئے، ہمایوں کو ان کے فضل و کمال کا حال معلوم ہوا تو اس نے ان کو اپنے مقربین میں داخل کر لیا عرصت تک اس کے ساتھ ہے، آصفی تے ظفر الوالیں لکھا ہے:-

”دعا یا شہزادہ یہ گائٹ زیادۃ حکی مایصور“

۹۲۳ھ میں شہید ہوئے۔

خداوند خاں

ان کا نام عبد الحکیم نخا احمدیہ الملک کے بیٹے تھے، علوم و فنون کی باقاعدہ تعلیم پائی تھی، ابوفضل گاذروی وغیرہ کے شاگرد تھے اور ا صفت خاں کے چھوٹے بھائی تھے ۹۵۷ھ میں بجائے افضل خاں کے وزارت پر فائز ہوئے اور خداوند خاں خطاب ملائیں بریت کے کامیابی

کے ساتھ وزارت کا کام کرتے رہے محمود شاہ دوم کو ان پر اعتماد کی تھا، ۹۶۱ھ میں شاہ و وزیر دلوں نے شہادت پائی۔

آصف خاں

عبد العزیز نام تھا احمد الملک کے بڑے بیٹے تھے، پچھتا بیس اپنے والد سے پڑھیں حدیث و فقہ قاضی برہان الدین نہروالے سے حاصل کی، علوم حکیمی میں ابو الفضل گازروی اور ابو الفضل استر آبادی کے شاگرد تھے، علوم فنون کی تحصیل سے فرازنت ہوئی تو دربار شاہی میں پہنچے، بیہادر شاہ کے زمانے میں وزارت میں محمود شاہ کے زمانے میں وکالتِ طلاقہ کے عہد پر سرفراز ہوئے، باوجود ان مناصب جلیلہ کے درس و تدریس و نذر کر علی کا مشغله آخر وقت تک فائز رہا، علامہ ابن حجر عسکری نے ایک سالان کے حالات میں لکھا ہے اُس میں اُن کے فضل کیاں تقویٰ و تقدیس کی بڑی امداد سر الٰہی کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں آصف خاں کی معنظر میں آکر ہے تھے تو عجب طرح کی رونق کرمعظیر میں پیدا ہو گئی تھی علم و تفہیماں کی صحت کو غیبت سمجھتے تھے اور گھر کھر علم کا پرچار ہو گیا تھا، فرماتے ہیں :-

آصف خاں کے زمانے میں کم مختار میں علم کا پرچار	حتیٰ نفت العالم فی زمانہ عکلۃ نفاقاً
زیادہ ہو گیا تھا اور کوہاں نے تھیل علم میں پکا	عظیماً و اجتهد اهلہ فیہ اجتہاداً
کوشش کی تھی طلبہ سرطوت سے سخت آئے تھے	بالغاً و ثابط الطلبۃ و عالمٰ فاعلٰ و فابا هرا
اور انہوں نے حصول علم پر قفل توجہ کی اور	علیہ و مجشو اعداء الدقالق لیں فقوہا
وقائی علمی کی اس غرض سے تجویز و تلاش کی	فی حضرة و تمظنووا الاشکالات
آصف خاں کے سامنے ان کو پیش کریں اور	لیتقریبیجا الی خواطہ کل ذاللک

لابساغہ علی المتقین الى العلم رای
رسوخ پیدا کریں اور مشکلات فن پوچھوڑ کیا
دینہ کا لوان من صفائی الہسان و واسع
تک ان کے ذریعہ سے اس کا ترقی حاصل کریں
یہ بس وجہ سے تھا کہ اس نے اہل علم پر
الامتنان مالمُسْعِج بمنزلہ من اهل زونہ
پس احسان و کرم کے دارہ کو اس قدر دینے
ومن قبلہ بُعدِ چعد دید تھا۔
کر دیا تھا کہ جس کی نظر اس کے معاصرین
میں بلکہ ایک دن سے مفقود رکھی۔

علام عز الدین عبد العزیز کی نے ان کی مدح میں چھیاسی شعر کا ایک قصیدہ لکھا ہے
جس کے چند بیات یہ ہیں:-

هُوَ الْجُوَادُ الَّذِي سَارَتْ مَكَارَةً شَرْقًاً وَغَرْبًاً وَصَارَتْ فِيمَا مَشَّا
ترجمہ۔ وہ صاحب جو دو کرم ہے جس کے مکار کی جنم مشرق و مغرب میں پھیل گئی اور ضرب المش ہو گئی۔
اعْنَى أَصْفَانَ عَزَّ الدِّينِ سَيِّدَنَا اعْزَى إِلَهَ عَزَّ اللَّهِي خَذَلَ
ترجمہ۔ میری مراد اپنے سردار عز الدین اصف خاں سے ہے خدا اس کو بلند ترتبہ اور اس کے دشمنوں کو ذلیل فخوار کر لے۔
كُلُّ مُنْ باسْمِهِ الْمَيُونْ طَائِرَةٌ سِمْوَعَلَى كُلِّ سَامِ قَدْسَمَا وَعَلَا
ترجمہ۔ بخشش خوش نصیبی سے اس کی ہناہی کا شرف رکھتا ہے اور ہر بلند ترتبہ عالی منزل شخص سے زیادہ محروم ہے۔
وَإِنْ تَرَى فِي خَمَّةٍ مِنْهُ بِتَشْيِيقٍ عَبْدُ الْعَزِيزِ رَحْمَةُ حَقِّيْ وَكَلَا
ترجمہ۔ بوجہ میرے نام (عبد العزیز) کے اور میرے دریان عہد پیمان ہے جس کی وجہ سے میرے حقوق کی حفاظت کی
دُعْوَةُ بِالْمُسَدِّدِ الْعَالِيِّ وَكَمْهِيدِ فِي الْجُوَادِ بِالسَّيِّدِ الْعَالِيِّ بِهِ وَصَلَا
ترجمہ۔ لوگوں نے اس کو سند عالمی کہہ کر خطاب کیا اور لکھنے صاحب جو ہیں جو بوجہ سنت عالمی کے اسکے ساتھ پورتگالیوں
علام مذکور نے آصف خاں کی وفات کے بعد ان کا مرثیہ بھی لکھا ہے جس کو پڑھ کر

دل بے اختیار ہو جاتا ہے اور علوم ہوتا ہے کہ وہ درد مندل کے جذبات صحیح کا تجویز ہے
دو تین شuras کے بھی ملاحظہ ہوں :-

أَتَى الْقُلُوبُ لِهُذَا الْحَادِثِ الْبَلِلِ اطْوَادُهُ الشَّرْمَ لَمْ تُشْعُدْ وَلَمْ تُرْلِ

ترجمہ:- کون دل میں ہواں عظیم الشان حادث سے پارہ پارہ نہ ہوا اور اپنی جگہ سے ہل نہ گیا ہو۔

وَاعِيٌ نازِلٌ فِي الْهَنْدِ قَدْ نَزَلَتْ بلْخَوْا كَلْ مُبِينٍ الْجَمَارَ صَلَى

ترجمہ:- وہ کون سی خونکار مصیبت ہے جو ہندوستان پر نازل ہو جائیں پس سے تمام فضلاً و حجاز جل سینا

اعظَمُ نِزَالَةٍ فِي الْكُوْنِ طَارِيهَا بِرَادِ بِعْرِ اَسِيرُ السُّفُنِ وَالْاَبَلِ

ترجمہ:- اور عالم میں وہ کون ہی مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی خبر کو جو بڑی کشیوں اور اٹوں نے پھیلایا ہے۔

آصف خاں ۹۶۱ھ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

میں نے چند وزرا کے حالات مشتمل نمونہ از خواستے کے طریق پر عرض کر دیئے اسکے حالت
نہ ملتے ہیں زنجیت مرضیوں اس کا تحلیل ہو سکتا ہے اہم اچنڈ ناموں پریں اتفاق اکثر تاہو خداوندیم
داما و محمد شاہ خرم خاں، صدر خاں (عبداللطیف) اشیخ الملک برہان الملک حمید الملک منصف اللہ
وغیرہ۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس ملک کے بادشاہ قدر دا ان اور اُمرا صاحب کمال ہوں، اُس
ملک میں علوم فنون کی اشاعت و ترویج کا کیا کچھ انتظام نہ ہوتا ہو گا ابھی وجہ ہے کہ گجرات میں گھرگھر
علم کا پڑھانا، اور ایسے بامکان علم وہاں سے نکلنے کی نظر دروسی جگہ مشتعل مل سکتی ہے۔

مشايخ گجرات کے انسانیہ قدریہ

یہ مسلم ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت صرف بزرگان دین کے قدموں یعنی نعم

سے ہوئی ہے جو وقتاً تو قاتاشریف لاتے اور اپنے انفاسِ قدسیہ سے لوگوں کے دلوں سے کفر و جہالت کے زنگ کو مٹاتے رہے ہندوستان کے جس گوشنے میں آپ کا گزر ہو گا ان بزرگوں کے نقشِ قدم آپ کو ملیں گے ان کے کارنا میں ہماری آنکھوں سے اچھل ہو چکے ہیں اور ہم نے اپنی شامتِ اعمال سے ان کی بچتی تایخ کو رنگ آمیز پوپ سے خراب کر کے اس کی صورت بدل دی ہے مگر اب بھی اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ صرف انھیں کے توکل استغنا ایثار، اتقا اور خلوص نیت کا نتیجہ ہے کہ آج باشدگان ہندوستان کا پانچواں حصہ (جو کسی وقت شرک و جہالت میں بتلا تھا) اس وحدہ لاشریک لاء کے سامنے سر زیاد ختم کرتا ہے۔ گجرات بھی ان نقویں قدسیہ کی نظرِ توجہ سے محروم نہیں رہا، ہر زمانے میں پریان طریق تشریف لاتے اور نورِ ہدایت سے باشدگان کے دلوں کو منور فرماتے ہے۔

مشائخ چشتیہ

انھیں بزرگوں میں شیخ حام الدین عثمان بن داؤد الملتانی متوفی ۳۶۷ھ کی ذات گرامی ہے جو سلطان المشائخ نظام الدین محمد البدالیوی کے خلفاء کبار میں تھے محدث اعلانیت کے زمانے میں ہی سے گجرات تشریف لائے اور نہر والیں قیام فرمایا جہاں اب ان کا امزاء ہے۔ علام کمال الدین دہلوی متوفی ۵۵۷ھ شیخ نصیر الدین پراغ دہلي کے خلیفہ اور بھانجے تھے یہی گجرات تشریف لائے اور ان کی اولاد میں سلاسلِ نسلیہ حضرات پیدا ہوتے رہے، چھپوں نے بارہویں صدی تک اس سلسلہ کو تاقائم رکھا اور یہیشہ اہل گجرات کو اپنے فیوض و برکات سے فائدہ پہنچایا۔ پس تو یہ ہے کہ ان کے برکات گجرات تک محدود نہیں رہے بلکہ جس زمانے میں ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ تقریباً محدود ہو چکا تھا،

شیخ کلیم الشریف آبادی نے جو اسی خاندان کے ایک بزرگ شیخ سید بن محمود گجراتی متوفی ۱۰۱۰ھ سے اس سلسلہ کی روحانی برکتوں کو حاصل کر کے دہلی والی پس آئے اور پھر ہندستان میں حضیرہ فیضن جباری ہو گیا، مولانا فخر الدین دہلوی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھے۔

شیخ لیعقوب بن مولانا خواجہ متوفی ۹۶۷ھ شیخ زین الدین دولت آبادی کے خلیفہ اور پسندیدہ زمانہ کے ممتاز مشائخ میں سے تھے، فصوص الحکم کے درس دینے والیں اور کمال حاصل تھا، نہر والیں ان کی خانقاہ تھی جو مگر ان بادیعیہ ضلالت کو چراغ ہدایت کا کام دینی تھی، شیخ بربان الدین عبد الشریف البخاری نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے۔

شیخ رکن الدین مودود متوفی ۸۲۳ھ حضرت شیخ فردی الدین سعود کی اوالا دین تھے، مگر سلسلہ حضیرہ شیخ محمد بن احمد مودودی سے حاصل کیا تھا، جن کو ابا عن جدہ سلسلہ ملا تھا، ہندستان میں یہی ایک طریقہ ہے جو لیفڑی واسطہ حضرت میعنی الدین حشمتی اجمیری کے پہنچا ہے اس سلسلہ میں شیخ عزیز الشریف تکلی، شیخ رحمۃ الشریف، شیخ بہاء الدین، شیخ علی عشقی وغیرہ بڑے حلیل القدر مشائخ ہوئے ہیں، جو کدن اور گجرات میں صدیوں تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے ہیں۔

شیخ بہاء الدین ناگوری متوفی ۸۵۸ھ سلطان انارکیں شیخ حمید الدین بُوالی کے پوتے تھے، ابا عن جدہ اس سلسلہ کو حاصل کیا تھا، جس زمانہ میں راجپوتوں نے اجمیر ناگور وغیرہ میں تسلط حاصل کر کے شمارہ اسلام کے مٹا دینے پر بہت صرفت کی یہ اپنے طین بالوف سے بھرت کر کے احمد آباد اور ہے، چند روز تک گوشہ گمنامی میں زندگی بسرکی، مگر مشکل آن سست کر خود بہوید کر عطا رکب گوید، لوگوں کو خبر ہوئی اور ان کا آتنا نہ قابل حاجات بن گیا، یہ بہت بڑے مصنف بھی تھے، مصباح الختنی میسوط شرح لکھی ہے۔

یید کمال الدین قزوینی متوفی ۸۸۸ھ بہرچ میں رہتے تھے، ان کو حضرت رحیم گوید راز

سے نسبت تھی، اور ان کی خانقاہ ہمیشہ طالبان خدლ سے بھری رہتی تھی۔
ان کے علاوہ اور بھی شايخ چشتیہ گجرات تشریف لائے اور ان سے اہل گجرات
ستفید ہوئے، بخوبی طوالت ان کا ذکر میں چھوڑتا ہوں۔

شايخ سہروردیہ

سلسلہ سہروردیہ کے شايخ میں غالباً سب سے پہلے یہ شرف الدین شہیدی نے گجرات کو
اپنے قدوم سعیت لزوم سے تشریف فرمایا اور بھرپور میں بودو باش اختیار کی، حضرت مخدوم
جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کے داماد خلیفہ تھے، ۷۵۰ھ میں ان کی وفات ہے۔
سید حیثی بن علی ترمذی بھی مخدوم کے تربیت یافتہ تھے، انہوں نے بڑودہ میں قیام فرمایا
تھا، اور وہی ان کا مزار ہے اور وہ مقام تکہہ سید احمد رضا ۷۵۵ھ میں شہر ہے، انہوں نے
۷۵۵ھ میں دنیا کے مخصوص سے نجات پائی۔

قاضی علم الدین شاطبی سید صدر الدین راجو قتال کے خلیفہ تھے، یہ علاوہ دیگر مکالات کے
قراءہ و تجوییں امام فن کی حیثیت رکھتے تھے، نہروالیں ان کا قیام تھا، ۷۶۰ھ میں فوت ہوئی۔
سید بہان الدین عبد الشریں محمود البخاری مخدوم جہانیاں کے پوتے تھے، بارہ برس کے
سن میں گجرات تشریف لائے تکیل علوم کے بعد اپنے بڑے بھائی سید حامد بن محمود اور اپنے والد
کے عزم بندگوار سید صدر الدین راجو قتال سے خرقاء خلافت حاصل کیا، شیخ احمد کہتو مغربی کی خدمت
سے مستفید ہوئے، اور اس زمانہ میں جس قدر شايخ چشتیہ قادریہ و نقشبندیہ قیادت تھی،
ہر ایک سے فائدہ اٹھایا، ان کو ناگور نعمتوں سے الامال ہونے کے بعد یعنی رسانی کی طرف متوجہ
ہوئے، شاہان گجرات ان کی شاکِ قدم کو محل الجواہر سمجھتے تھے، انہوں نے ۷۶۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد بن عبد اللہ البخاری ان کے خلف الرشید تھے اور ان کے رشد و بہادیت کا سلسلہ مدت دراز تک قائم رہا اسی خاندان میں سید محمد زادہ سید جلال سید محمد زین جلال ننانیٰ سید حبیر سید علی وغیرہ گزرے ہیں ان بزرگوں کا سلسلہ تمام گجرات میں پھیلا ہوا تھا، شیخ عنان شیخ علی خطیب، شیخ عبداللطیف، قاضی محمود، قاضی حماد، مولانا مخدوم شیخ شرف الدین شہباز مولانا ناج الدین اور بہت سے مشائخ گجرات اسی خرین کمال کے خوش چیزوں تھے۔

سلسلہ مغربیہ

سلسلہ مغربیہ کے نامور سر حلقہ شیخ احمد کہتوہیں شہاب الدین لقب تھا، اور اہل گجرات ان کو گنج بخش کے لقب سے یاد کرتے ہیں یہ دہلی کے گنج باد آورد تھے، بچپن میں ایک بارزو رکانی آئی اور ان کا وارثہ کئی حصہ اتفاق سے شیخ اسحق مغربی کے ہاتھ آئے وہ ان کو ہٹوئے آئے جو ناگلو کے قریب ایک گاؤں تھا، اور شیخ اسحق کا زیادہ تر وہی قیام رہتا تھا، انھوں نے دل کھوں کر ان کی تعلیم و تربیت کی، مرتاؤں ان کے ساتھ رہئے ان کے انتقال کے بعد بیاحت اختیار کی، سفرج سے واپس ہوتے ہی مظفر شاہ اول کے اصرار سے گجرات میں پھر گئے، احمد شاہ اور اس کے میٹھے محمد شاہ کو ان سے حسن عقیدت تھی، احمد بادا کانگ بنیاد انھیں کے دستِ بارک سے رکھوایا گیا تھا، پیر و مرید دونوں کا نام احمد تھا، اس فاسطہ اس شہر کا نام احمد بادا کھا گیا، ۱۸۵۶ء میں قاپی اور سرخیز میں مدفن ہوئے، محمد شاہ نے انکے مزار پر بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں سید محمود ارجمند اور شیخ صلاح الدین انھیں کے تربیت یافت تھے ایک عبد الشرین محبوب بخاری اور سید محمد بن عبد الشرین بھی ان سے فیضِ صحبت حاصل کیا ہے۔

سلسلہ عیدرویہ

طریقہ عیدرویہ کا نشوونما حضرموت میں ہوا ہاں سے گجرات پہنچا اور صوفی گجرات کوں

تک حدود رہا سب سے اول سید شیخ بن عبد الشر حضرتی گجرات تشریف لائے اور احمد آباد میں قیام پذیر ہوئے ۹۹ھ میں ان کا وصال ہوا۔

چند روز کے بعد ان کے خلف الرشید سید احمد بن شیخ تشریف لائے اور بھروسہ میں مقیم ہوئے ان کی وفات ۱۰۲۳ھ میں ہوئی اور بھروسہ میں مزار ہے۔

سید محمد بن عبد الشر حضرتی سید شیخ کے پوتے تھے اپنے دادا کی زندگی میں تشریف لائے پکھ دنوں احمد آباد میں قیام فرمایا اور دادا سے مستفید ہوتے رہے اس کے بعد سورت میں بودو باش اختیار فرمائی ابو بکر شافعی نے "الشرع الرومي" میں لکھا ہے:-

"انقد الحساع علی فضلہ وکالہ"

۱۰۳۱ھ میں انہوں نے وفات پائی اور سورت میں مدفن ہوئے۔

شیخ جعفر بن علی حضرتی سید محمد بن عبد الشر کے بھتیجے تھے، گجرات تشریف لائے کچھ دنوں احمد آباد میں ہے اس کے بعد سورت میں اپنے چچا کے جانشین ہوئے جعفر صادق کے نام سے مشہور تھے، شاہ جہاں اور دارالٹکوہ کو ان سے کمال عقیدت تھی دارالٹکوہ کی فرائش سے "سفینۃ الاولیاء" کا ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا۔ ۱۰۶۵ھ میں انہوں نے وفات پائی سورت میں چچا کے پاس مدفن ہوئے۔

شیخ نور الدین محمد بن علی راندیری اسی سلسلہ کے ایک بزرگ تھے انہوں نے "سریحت المحمدیہ فی طریق الصوفیہ" لا جواب کتاب لکھی ہے میرے دوست نواب نور احسان خاں مرحوم کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے ان کی وفات ۱۰۶۷ھ میں ہوئی، علاوہ ان کے اور بھی مشائخ اس سلسلہ کے گجرات تشریف لائے اور وہاں کے لئے ترجمہ:- ان کے فضل و کمال پر اجماع ہے۔

لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا، سب کا ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

سلسلہ قادریہ

غالباً سب سے اول شیخ شمس الدین ناگوری نے اس سلسلہ کے فیوض و برکات الی گرتا تک پہنچائے ہیں ان کو شیخ سعیل بن ابراہیم جبرتی سے یہ سلسلہ پہنچا تھا، اس کے بعد شیخ جمال بن الحسین البغدادی کو بہادر شاہ گجراتی نے تشریف آوری کی تکلیف دی، ۱۹۶۱ء میں ان کا وصال ہوا، ان کے جانشین اور فرزند شیخ غیاث الدین طریق جلیل القدر شیخ تھے، ۱۹۰۹ء میں ان کی وفات ہے۔

شیخ عبدالفتاح عسکری شايخ منتوی معنوی بھی اسی سلسلہ کے ایک شہر و معرفت بزرگ ہیں، جو احمد آباد میں رہتے تھے، انھیں کی نسل میں ویلور علاقہ مدرسہ کامبریک خاندان ہے جو اب تک اپنے علم و مشینت کی وجہ سے ممتاز ہے، سید عبدالصمد خان ابھی گورت میں رہتے تھے، جن سے سید عبدالرازاق بانسوی نے اس کو حاصل کیا اور اب تک علمائے فتنگی محل اسی خدمت خانہ حقيقةت میں محفوظ ہیں۔

سلسلہ رفاعیہ

سید احمد کبیر رفاعی کے سلسلہ سے اہل ہند بہت کم آثا ہیں، اس سلسلہ کے اکابر وقتاً فوقتاً ہندوستان تشریف لائے گئے ان کا فیض گجرات و دکن تک محدود رہا، شرف الدین اساوی اسی سلسلہ کے ایک بزرگ تھے جن کے فیوض و برکات سے اہل گجرات نے مدد توں فائدہ اٹھایا ہے، ان کے خلیفہ شیخ نصیر بن اجمال النوساوی تھے جو اپنے علم و تقدیس کے

اعنبار سے بڑے زبردست شیخ تھے، ۸۵۷ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ ایک اور بزرگ مسید علی بن عبد الرحیم رفاقی تھے، ان کی وفات ۸۵۷ھ میں ہوئی تھی۔ یہی مدة الحرام آباد میں ہے اور اہل حجrat کو اپنے فضل و کمال سے متقدیر فرماتے رہے ایک اور بزرگ یہ علی بن ابراہیم رفاقی تھے، ان کا قیام یہی احمد آباد میں تھا، وفات ۹۹۳ھ میں ہوئی۔ مسید عبد الرحیم رفاقی عرب سے آکر سورت میں قیام پذیر ہوئے اور درست تک ان کا سلسلہ جاری رہا ان کی وفات ۱۱۳۲ھ میں ہوئی ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ

گمان غالب یہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ سے پہلے حجرات میں شیخ نور الدین ابو الفتوح شیرازی کے ذریعہ سے پہنچا ہے، جن کو میری شریعت سے ارادت تھی، ایک زمانہ کے بعد خواجہ جمال الدین خوارزمی تشریف لائے اور سورت میں قیام فرمایا، ان کی وفات ۱۰۱۶ھ میں ہوئی سورت میں ان کا مزار ہے، ان کی اولاد میں خواجہ ابو الحسن خواجہ مسید محمد خواجہ جوگان خواجہ فیض احسن احسن خواجہ نور الاعلیٰ وغیرہ عرصہ دراز تک اس سلسلہ کے علم بردار ہے۔ خواجہ محمد دہاری خواجہ جمال الدین مذکور کے معاصر اور مولا عبد الرحمن جامی کے تربیت یافت تھے، یہی اسی زمانہ میں تشریف لاکر سورت میں قیام پذیر ہوئے تاں میں زین الدار کامری پر ان کے ہاتھ پر مشرف بالسلام ہوا، ۱۰۱۶ھ میں انہوں نے بھی وفات پائی اور سورت میں مدفن ہوئے۔

شیخ نور الش روی شیخ نصر الشیبی اوری نے سفریج کے دوران میں سورت کو اپنی چند روزہ اقامت سے مشرف فرمایا ہے اور اس سلسلہ کی اشاعت کی ہے۔

سلسلہ شطّاریہ

سلسلہ شطّاریہ شیخ محمد غوث گواہی کے وساطت سے گجرات پہنچا ہے جس زمانہ میں
ہمایوں کو شیرشاہ سے شکست کھا کر عراق جانان پڑا شیخ محمد غوث گجرات تشریف لے گئے، اور
تقربیاً بارہ برس وہاں مقیم ہے وہاں ان کی تکمیل بھی ہوئی اور سلسلہ بھی پھیلا یہ زمکن کی باش کر
رہتے والے گواہیار کے گرفتوار آگرہ و دہلی میں ان کے فضل و کمال سے لوگ نا آتنا، گجرات
ودکن کے علماء مشائخ نے ان کو سر اُنکھوں پر جگردی، علامہ وجیہ الدین علوی، شیخ
صدر الدین ذاکر شیخ پیر محمد شیخ نشکر محمد شیخ ولی محمد شیخ علی شیر او رہت سے بزرگان گجرات
نے اس سلسلہ کو حوالی کیا اور گجرات و دکن میں پیلسدا ایسا پھیلا کر اور سلسلے اس کے
سامنے فنا ہو گئے، شیخ صبغۃ الشہرو وچی اس کو لے کر مدینہ طیبہ پہنچ پر طے بڑے
مشائخ مدینہ نے ان سے اس کو حاصل کیا۔

شیخ نشکر محمد کے خلیفہ اجل شیخ عیسیٰ جند اللہ تھے، جو تمام علوم و فنون میں علامہ اور
حدیث شریف میں فرد فرید تھے وہ بھی اسی سلسلہ کے علمبردار تھے، ان کے فیض تربیت سے
ایسے ایسے بامال مشائخ نکلے جو عرصہ دراز تک ہندوستان کے باشندوں کو اپنے افاس نقہ
سے مستفید رہتے رہے۔

ان ہزاروں مشائخ میں سے جن کے کشف و کرامت کی داستانوں سے گجرات کی
تاریخیں بھری پڑی ہیں، میں نے صرف ان بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے جو سلاسل مشہورہ میں
سے کسی سلسلہ کے ساتھ مربوطاً اور اپنے سلسلہ کے سر حلقہ تھے۔

علماء گجرات کے کارنامے

ملک کی بدنداشی دیکھئے کہ ابتداء سے آت تک ہندوستان کی سیکڑوں تائیخیں لی گئیں، اور مختلف عنوں والوں سے لکھی گئیں مگر ان میں سے کوئی کتاب تایخ نوبی کے صحیح معيار پر پورا ہی نہیں اُترتی، جس کتاب کو اٹھا کر دیکھئے معلوم ہوتا ہے کہ رزم بزم کا کوئی افسانہ ہے، قرنا و کوس کے ذکر سے اگر کوئی صفحہ خالی ملے گا تو چینگ و رباب کے ذکر سے اُس کو آپ خالی تر پائیں گے اور اگر مقتضی عبارتوں اور سچے فقروں کے خازار میں آپ کا دامن انجھ گیا تو یہ بھی ملنے کا نہیں، الیسی حالت میں کیا تو ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے اسلام کی علمی زندگی کی صحیح تصویر لیے ناتمام مرتفع میں پائیں۔

کچھ ان بزرگوں کے حالات میں کتنا بیں ملتی ہیں جو کسی سلسلہ طریقت کے ساتھ مرلوٹ تھے، مگر اس بدنداشی کا کچھ ٹھکانا ہے کہ آپ ان کتابوں سے ان کے نام و شبہ شود و نہ تعلیم و تربیت طریقہ ماند بود اور علمی مشاغل کی نسبت تحقیق کرنا چاہیں تو ایک حرفت نہ ملے گا، قرنا و کوس کا تو یہاں کچھ کام نہیں مگر چینگ و رباب یہاں بھی با تھے سے نہیں چھوٹا امصنف کا سارا زور ان کے کشف و کرامت کے بیان کرنے پر صرف ہو جاتا ہے اور اس کو اس حد تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کے ماں و کوئی اوسی نظر آتے ہیں، وہ کھاتے ہیں، نرمیتے ہیں، نہ سوتے ہیں، نہ اور خصائص انسانی سے ان کو کچھ سروکار ہے، نہ علمی مشاغل سے ان کو کچھ واسطہ ہے، ان کا صرف یہ کام ہے کہ وہ قانون فطرت کو ہبھتہ توڑتے رہیں اور موالید لاثر و عنصر اربعہ پر اپنی حکومت و خود مختاری کو کسی طرح فائم رکھیں۔

شیخ احمد کہتو

کتنا فسوس کا مقام ہے کہ شیخ احمد کہتے ہو جن کا ذکر خیر میں اوپر کرچکا ہوں اور جو گجرات
کے سرایع ناز تھے، ان سے ایک نہیں بیسیوں کرامتیں صادر ہوئیں، اور ان کو مورخین گجرات نے
بڑے آب و قاب سے نفل کیا ہے، مگر یہ نہیں بتایا کہ ان کا مبلغ علم کیا تھا، اور ان سے اہل گجرات
کو کس طرح سے فائدہ پہونچا، جب یہی بزرگ سفرِ حج سے واپس ہوتے ہوئے ستر قند
پہنچتے ہیں اور اصول فقر کے ایک الیسے علی چہرے میں علاماً گفتگو کر رہے ہیں اور حل نہیں بتایا تقریباً
کرتے ہیں تو غلیچ پچ جاتا ہے لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں، اور ان کو صدر مجلس میں جلگہ دیتے ہیں
مگر جب یہی بزرگ ہندوستان کی سر زمین پر قدم رکھتے ہیں تو فضل و کمال سے ان کو کچھ
سر و کار باقی نہیں رہتا۔

شیخ علی مہامگی

شیخ علاء الدین علی بن احمد المہامگی گجرات کے سرایع ناز ہیں، اور میرے نزدیک
ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی الترمذی دہلوی کے سواحتائق تکاری میں
ان کا کوئی نظر نہیں، مگر ان کی نسبت یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کے شاگرد تھے، کس کے
مرید تھے، اور مراحل زندگی انہوں نے کیونکر طے کئے تھے، جو تصنیفات ان کی پیش نظر
ہیں، ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس کو این عربی شانی کہنا زیبا ہے، وہ
کسی پرسی کی حالت میں ہے، کہیں اور ان کا وجود ہوا ہوتا تو ان کی سیرت پر کتنی کتابیں
لکھی جا چکی ہوتیں، اور کس پر خراہجیں مورخین ان کی داستانوں کو دہراتے۔

اب ان کے کارنامے سنئے، انہوں نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے جو صفحہ ۳۰ جلد ۱ میں پھپٹ کی ہے، نام اس کا تبصیرِ حسن و تبصیرِ المسان ہے تفسیرین تو سیکڑوں لکھی جا چکی ہیں، لگھبیں بات سے ان کی تفسیر کو انتیاز و خصوصیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس میں التزام کے ساتھ تمام قرآن پاک کی آیات کریمہ کے باہم دگر بروط ہونے کو الیسے دلنشیں طریقے سے بیان کیا ہے، جس کو پڑھ کر انسان وجدیں آجاتا ہے اور بے ساختہ منہ سے دادُنکتی ہے، ان کی دوسری کتاب "النام الملک العلام اسرارِ شریعت" کے علمی ہے اور گمان غالباً بکر اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہے شاہ ولی الترمذی دہلوی نے اپنی اسی فن میں "حجۃ الشر البالغة" نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں دعویٰ کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی، یہ سبے دعوے کی دلیل ہے کہ سبے اول مہماں نے اس فن میں کتاب لکھی ہے جو شاہ ولی اللہ کی نظر سے نہیں گزری اعلاوہ ان کتابوں کو مہماں کی تصنیف احبابِ ندر جزوی ہیں، "استجلاء البصر في الرد على استقصاء النظار ابن مطر راحلي" "النور الاطهري في كشف القضايا والقدر" اور اس کی شرح "الصنوع الازهر في شرح النور الاطهري" مشرعِ اخوصوں فی شرح الفصوص" لابن عربی الزوارق فی شرح العوارق" للسهروردی "اجلہت الشایدی فی شرح ادلۃ التوحید" ان کے سوا اور بھی ان کی تصنیفات ہیں، ۸۳۵ھ میں وفات پائی جائیں میں ان کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔

لہ مہماں کی ایک کتاب فقہیں بھی ہے بدلا الدین عبدالرشود قورمیں بیشی نے اس کو اردو میں ترجمہ کرائے چھپوادیا ہے اور اس کے ساتھ ایک مختصر رسالہ ان کے حالات کا بھی ملحوظ کر دیا ہے گراس رسالہ مہماں کے علیتِ غل پر روشی نہیں ہیں بلکہ سے مو لوی بدایتی الشراحب روم نے بیان کیا تھا کہ میں مو لوی یو سفت لکھکھتی کے پاس مہماں کی ایک تصنیف ہے جس میں انہوں نے اپنے براہین طریقت کا سلسلہ بیان کیا ہے میں نے اول مولوی یو دعٹ خدا کو خط لکھا اس کے بعد اپنے دوست نواب نور اکن خاں صاحب روم سے استدعا کی کروہ (باتی م ۵۹ پر)

مفتی رکن الدین

مفتی رکن الدین بن حسام الدین ناگوری نہر والر کے مفتی تھے، فقہ و اصول فقہ میں ان کا درج بہت بلند تھا، قاضی القضاۃ جمال الدین بن محمد اکرم گجراتی کی فرماںش سے فتاویٰ حادثہ... تصینیف کی وجہ حقیقی کی بہت مشہور کتاب ہے دو سو چار کتابوں کو پیش نظر کر کر اس کو تصینیف کیا تھا، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں اس کے حوالے جابجا موجود ہیں افسوس ہے کہ ایسے جلیل القدر صنف کے حالات تاریکی میں ہیں اور سنہ وفات بھی ان کا معلوم نہیں ہو سکا۔

مولانا راجح بن داؤد

مولانا راجح بن داؤد گجراتی بڑے زبر دست عالم تھے، علامہ سخاوی نے الصنو، الامانہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی بہودۃ فہم کی تعریف کی ہے لکھا ہے کہ علماء گجرات سے علوم فتنوں حاصل کرنے کے بعد کہ معظیر آئے مجھ سے ۱۸۹۷ھ میں ان سے ملاقات ہوئی معموقل منقول میں دستگاہ کامل رکھتے تھے اور شرعاً تھا کہتے تھے میں نے ان کو الفیة الحدیث کی شرح پڑھائی اور اجازت دی، افسوس ہے کہ ایسے بالمال شخص کی تصینیفات سے ملک محروم ہے اور کوئی کتاب ان کی انہیں ملتی، ۱۹۰۳ھ میں وفات پائی احمد آباد میں دفن ہوئے مگر اب کوئی بھی نہیں جانتا کہ ان کی قبر کہاں ہے۔

(باتی صفحہ کا) از راہ کرم یوسف صاحب سے مل کر دریافت کریں مگر نہ خط کا جواب ملاز نواز حصار روم کو مزید حالات معلوم ہو سکے اب میں علماء گجرات سے عوایر استدعا کرنا ہوں کہ جس کی کوشش علی ہماری کے مزید حالات پر اطلاع ہو وہ از راہ کرم اس سے مجھے مطلع فرمائیں، یا کسی کتاب کی نشاندہی فرائیج جس کے مطالعہ سے ان کے حالات معلوم ہوں۔

قاضی جگن

قاضی جگن گجرات کے بہت بڑے عالم تھے، مگر ان کا نام و نسب تک معلوم نہیں۔ فاضل حلپی نے کشف الطنوں میں لکھا ہے کہ قاضی جگن گجرات کے قبصہ کن میں سنتے تھے حجت ہے کہ ایک شخص طنطیہ میں بلیحہ کریہ بتائے کہ یہاں کے رہنے والے تھے، اور خود گجرات والے اتنے بھی رہ جانتے ہوں فتح عجمی میں ان کی کتاب "خزانۃ الروایات" بہت مشہور کتاب ہے مگر علماء سے احضاف اس کی روایتوں کو معتبر نہیں سمجھتے تقریباً ۹۲۰ھ میں انہوں نے حلقت کی ہے۔

مولانا علاء الدین

ابوالعباس علاء الدین احمد بن ہروالیہ بڑے جلیل القدر محدث تھے، علامہ عز الدین عبدالعزیز بن فہد اور حافظ نور الدین ابوالفتوح شیرازی وغیرہ ائمۃ حدیث سے ان کو اجازت تھی، آخر عمر میں مکمل عظمہ جا ہے تھے، علماء ہرمیں نے بڑے شوق و رغبت سے ان سے اجازے حاصل کئے، جب تک زندہ ہے اپنے اوقاتِ عزیز کو درس و افادہ میں مصروف رکھا، اور ۹۳۹ھ میں وفات پائی۔

مولانا عبد الملک

مولانا عبد الملک عباسی کاشم آن محدثین کرام میں ہے جنہوں نے ساری عمر اسی فتنہ شریف کی خدمت میں صرف کی، انہوں نے اپنے بھائی مولانا ناطب الدین سے حدیث پڑھنی تھی، انہوں نے علامہ سخاوی سے استفادہ کیا تھا، صحیح بخاری ان کو لفظاً و متنیًّا یاد کیا

ایک متورخ ان کی نسبت لکھتا ہے۔

کَانَ حَافِظًا لِلْقُرْآنِ وَصَاحِبَ الْعُنَيْرِ
وَهُوَ قَرآن شریعت اور صحیح بخاری کے
لَفْظًا وَمَعْنَى وَكَانَ يَدُوِّ رُسُوْلُ عَنَّ
(لفظاو معنی) حافظ تھا اور اپنی یادداشت
سے درس دیتے تھے، ان کے زمانے میں تو کل
ظَهَرَ قَلْبِهِ وَلَمْ يَكُنْ مُشَاهِدٌ فِي
زَمَانِهِ فِي التَّوْكِيلِ وَالْمُتَبَرِّيدِ۔
و تجربیں ان کا کوئی نظر نہ تھا۔
تقریباً ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ حسن محمد

ابوصاح حسن بن محمد گجراتی مولانا کمال الدین علامہ کی اولاد میں تھے، علم و مشیخت
ان کے گھرانے کی چیز تھی، انہوں نے چالیس برس تک علم کی خدمت کی اور اپنے کمالات
ظاہری و باطنی سے لوگوں کو فائدہ پہونچایا، ان کی تصنیفات میں ایک قرآن مجید کی تفسیر
ہے جس میں ربط آیات کی طرف زیادہ توجہ کی ہے، دوسرا تفسیر برصغیری کا حاثیہ ہے
تفسیری نزہۃ الازواج کی شرح ہے ۹۸۲ھ ان کا سنہ وفات لکھا ہے۔

مولانا محمد طاہر

علامہ محمد الدین محمد بن طاہر فتنی ایسے بلند پایہ محدث تھے جن کے فضل و کمال کی شہرت
دنیا بھر میں ہے اور ان کی تصنیفات سے علماء حجاز و مکن اسی طرح سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے کہ
ہندستان کے علماء انہوں نے ملا ہستہ شیخ ناگوری مولانا یاداللہ او مولانا بریان الدین سے علم حاصل
لئے ملا ہستہ شیخ ناگوری مولانا یاداللہ او مولانا بریان الدین یہ چاروں گجرات کے علماء کرام تھے، ملا ہستہ کا القب
(باقی صفحہ پر)

کرنے کے بعد کام معظمہ جا کر شیخ ابوالحسن بکری علامہ ابن حجر کی، شیخ علی بن العراق، شیخ جبار اللہ^ع بن فہد و دیگر محدثین کرام سے حدیث پڑھی اور عصمت تک شیخ علی متقدی کی صحبت میں رہیے، وہاں سے آنے کے بعد بھر تصنیف و تدریس کے اور کوئی مشغول اختیار نہیں کیا اور بودولت ان کو اپنے پدر بزرگوار سے ملی تھی، اس کو بے درین و ظائف طلبہ پر صرف کڑالا، شیخ عبد القادر حضرتی النور الساقری کہتے ہیں:-

هَذِهِ الْمَرْيُلَمَّانَ أَحَدًا مِنْ
عُلَمَاءِ كُجُونَاتِ لِغَةِ مِلَغَةِ فِي ثَنَتِ
الْحَدِيثِ كَذَا قَالَهُ بَعْضُ مَتَابِعِنَا.
بَهْرَ بَعْضِ شَاعِرَنَ لَفْرَ بَلْيَا يَهْ كَبِيْرِ حَلَومِ

ان کی سب سے مشہور تصنیف لغت حدیث میں "مجمع بخار الانوار" ہے جس کو یہ کہتا چاہئے کہ وہ صحاح شرکی تشرح ہے، نواب بید صدیق حسن خاں مرحوم "اتحاد النبلاء" میں اس کی نسبت لکھتے ہیں:-

كِتابُ مُتفَقٌ عَلَى قِبْلَةِ بَيْنِ أَهْلِ
الْعِلْمِ مِنْذَ ظَهَرَ فِي الْمُقْبِدِ وَلَهُ
مِنَّةٌ عَظِيمَةٌ بِذِلِّكَ الْعَمَلِ عَلَى
أَهْلِ الْعِلْمِ.
جَبْ سَيِّدِ تَصْنِيفِهِ بُولَى هِيَ إِسْمُ وَقْتِ
سَيِّدِ عِلْمِ مِنْذَ ظَهَرَ فِي الْمُقْبِدِ وَلَهُ
أَنْفَاقٌ بِشَيْءٍ خَدْمَهُ تَبَاهَرَنَّ إِسْكُونَتِ
كَرَكَ عِلَّاءَ بِرَبِّتِ بِرَادِ الْإِحْسَانِ كَيْاَهُ.

علاوه اس کتاب کے ان کی تصنیفات میں سے "المغنى في اسماء الرجال" اور "ذكرة الموضوعات"
بے شک کتابیں ہیں، ۹۸۶ھ میں ان کو مرتبہ شہادت حاصل ہوا۔

(باتی ص ۹۷۶ کا) اتنا ذرا زیاد تھا، افسوس ہے کہ ان چاروں عالموں کے کچھ حالات معلوم نہیں اگر اس مضمون کے پڑھنے والوں میں سے کسی کو ان کے حالات پر اطلاع ہو تو ازراہ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔

مفتی قطب الدین

مفتی قطب الدین محمد نہروالے گجرات کے ان علماء کرام میں تھے جن پر یہ سب کو فخر ہے یہ بہت بڑے محدث اور ادیب تھے، اپنے والد مولانا علاء الدین احمد سعے علم حاصل کر کے کاظمیہ گئے، اور شیخ احمد بن محمد القیلی التویری و محدث مکین عبدالرحمن بن علی دیج سے حدیث پڑھی، نور الدین ابوالفتوح شیرازی سے ان کو بھی صحیح بخاری کی سند حاصل تھی، بوقلت وسائل طکی وجہ سے حجاز و میں میں بہت مقبول ہوئی ہے، ان کو حرم شریف میں درس دینے کا شرف حاصل ہوا اور باوجود ہندی ہونے کے شراء کر کے میرشی قرار دیئے گئے، قاضی شوکانی "البدرا الطالع" میں لکھتے ہیں:-

وَلَهُ فَضْلَهُ عَظِيمٌ تَعْرِفُ ذَلِكَ قطب الدین بہت بڑے فضیح تھے ان کی
مَنْ اطْلَعَ عَلَى مُؤْلِفَةِ الْبَرْفَ كتاب البرق الیمانی کو دیکھ کر ان کی فصاحت
كَاهْرٍ ضَانَةَ كَرِكَاتَهُ . الیمانی فی الفتح العثماني .

البرق الیمانی ان کی ایک کتاب کا نام ہے جس میں دولت عثمانیہ کے تسبیح میں کی تایخ لکھی ہے، علاوہ اس کے سب سے زیادہ شہرور تصنیف ان کی "الاعلام باعلام بیت الشرکہ" ہے، ان دو کتابوں کے سوا اور کبھی ان کی تصنیفات ہیں جن کا ذکر جرجی زیدان نے آداب للغۃ العربیہ میں کیا ہے، انھوں نے ۱۹۹۹ھ میں وفات پائی۔

علامہ وجیہ الدین علوی

علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی گجرات کے ان بزرگ نزدیک علماء میں ہیں جن کے

احسان سے اہل ہند کو بھی مبکد و ش نہیں ہو سکتے، یہ علامہ عاد الدین محمد طاری کے شاگرد تھے، تقریباً بیس برس کے سن سے انھوں نے تدریس شروع کی اور سرسطھ سال تک حمد آباد میں معقول و منقول کے پڑھانے میں اپنی اوقات بُرکی اور "شرح جامی" سے لے کر تفسیر بُرکی تک تیس کتابوں کے حواشی و شروح لکھے، انھیں کی زندگی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل کر علمی خدمتوں میں مصروف ہو گئے تھے اور اساتذہ اسلامیہ کا منصب حلیل اپنی زندگی میں ان کو حاصل ہو گیا تھا، ان کی مشہور و معروف تصنیف احمد آباد سے مدد حرج ذیل ہیں۔

"حاشیہ تفسیر بُرکی" "حاشیہ کشف الاصول بزدوی" "حاشیہ تلویح" "حاشیہ بُرکی"
 "حاشیہ شرح تجربہ" "حاشیہ بحاشیہ قدیریہ" "حاشیہ شرح مواقف" "حاشیہ شرح مقاصد"
 "حاشیہ شرح عقائد" "حاشیہ عضدیہ" "حاشیہ شرح حکمت العین" "حاشیہ طول" "حاشیہ
 مختصر" "حاشیہ شرح حتمیتی" "حاشیہ شرح وقایہ" "حاشیہ قطبی" "حاشیہ شرح ملّا" "حاشیہ
 شرح ارشاد" "شرح تحفۃ الفکر" "شرح رسائل قوشجیہ" "شرح ابیات تہیل" "شرح لوح"
 "شرح جامِ جہاں نما" ۹۹۵ھ میں انھوں نے رحلت فرمائی اور احمد آباد میں مدفن ہوئے
 قبر زیارت گاہ خلاائق ہے۔

۱۱۱
۸۳۶

قاضی علاء الدین

قاضی علاء الدین علی بن جعفر علی بھی علامہ عاد الدین محمد طاری کے شاگرد تھے اور کثرت درس و افادہ میں اپنے معاصر مولانا وجیہ الدین علوی سے کم نہیں تھے، مگر افسوس ہے کہ ان کے حالات کسی کتاب میں مجھے نہیں ملے، البتہ علی بن عبد الرحیم جعفری کی کچھ تصنیف

ملاحظہ سے گز ری ہیں اور میر اگمان غالب یہ ہے کہ وہ انھیں کی ہیں ان میں سے ایک کتاب قاموں کے خطبہ کی شرح ہے جس کا ایک تصحیح ایشیاک سوسائٹی برگال کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس شرح کا حوالہ تاج العروس شرح قاموں میں سید مرتضیٰ زیدی (بلگرامی) نے بھی دیا ہے دوسری خود میرے کتب خانے میں ہے اور وہ مجت سماع پر ہے اس میں اس مختلف فقیر معلم کو ایسی خوبی سے سمجھایا ہے کہ صرف اُس کے ٹھنڈے سے وجہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

قاضی برہان الدین

قاضی برہان الدین نہروالی، امام شہاب الدین احمد گجراتی کی اولاد میں یا عبار کثرت درس و افادہ کے کیتائے روزگار تھے احمد بن عمر آصفی تظفیر الوالیں لکھا ہے کہ ابتداً گجرات میں علم انھیں کی وجہ سے پھیلائتھا، ان کے یہ الفاظ ہیں ”ومنه انتشرت العلوم ابتداء بیگمات“ مگر افسوس ہے کہ اس محسن گجرات کے حالات کسی نے قلم بند نہیں کئے۔

مولانا صبغۃ اللہ

مولانا صبغۃ اللہ بن روح الشراحی مسینی بھوپال کے رہنے والے اور علامہ میری الدین کے شاگرد رشید تھے، مذکون بھوپال میں اور کچھ عرصتہ تک احمدنگر و بیجا پور میں علوم و فنون کی اشاعت کی، اس کے بعد حجاز پہنچے، حج و زیارت سے فائع ہو کر جبل انصار پر قیام فرمایا، اور ساری زندگی اسی پہاڑ پر سبر کر دی، علماء سے جو میں مختزین نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ان کے فضل و کمال سے پورا فائدہ اٹھایا، شیخ احمد بن عبد الرقد من الشتا وی الورکن

فروع المنسقی محمد بن عمر بن محمد الحضرمی اور شیخ عبد العظیم الکلی جیسے نامور ان کے شاگرد ہوئے، انھوں نے تفسیر رضیا و می پڑھائی لکھا ہے جو بلاد روم نکر پہنچا اور علماء نے اس کو مانتھو تھا لیا، اس کے سوا ان کی اور بھی تصنیفات ہیں جو علماء عرب کی فرماںش سے لکھی ہیں محمد بن فضل الشوجی تھے خلاصۃ الاشرافی اعیان القرن الحادی عشرتھیں ان کا بسط ترجمہ لکھا ہے اور شیخ نجم الدین غزی تھے تلطیف استکم و قطف الشمرتھیں ان کی بڑی مدد و شناکی ہے انھوں نے ۱۵۰۰ھ میں وفات پائی اور جنتہ البقیع میں مدفون ہوئے۔

شیخ عبد القادر

شیخ عبد القادر بن سید شیخ حضرمی گجرات کے مشہور عالم و مصنف و صاحب سلسلہ تھے کتب خانہ ان کا نہایت عالی شان تھا، ان سے علامہ جمال الدین محمد شاہی، شیخ محمد بن عبد الرحیم باجابر، احمد بن ریبع بن احمد بن بناطی حسن بن داؤد کوئی و دیگر علماء کرام نے سنیں چال کی ہیں، ان کی تصنیفات میں سے "احدائق الخضراء سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" پڑھو طکتا ہے "النور السارفی اعیان القرن العاشر" تاریخ میں بڑی مفید تصنیف ہے "الروض الاریض" ان کے عربی دیوان کا نام ہے علاوہ ان کتابوں کے اور بھی ان کی تصنیفات میں محمد بن فضل الشرجی تھے خلاصۃ الاشرافیں الوبک بشلی تھے "المشرع الروی" میں مولانا عبد الرحمن تھے طرب الاملیہ دیوان کا ترجمہ لکھا ہے ۱۴۳۷ھ میں انھوں نے وفات پائی اور اپنے مسقط الراس احمد آباد میں مدفون ہوئے۔

محمد بن عمر آصفی

عبد اللہ محمد بن عمر آصفی الف ثانی گجرات کے نامور لوگوں میں تھے اکمل منظر غرائب

عز الدین عبدالعزیز مزمی اور شہاب الدین ابن حجر کی سے علوم و فنون کی تخلیل کی اور اس کے آنے کے بعد الف خاں کی سرکاریں ان کا تعلق پیدا ہوا، اور یہ اس کے مشیری ہو گئے اس کے مرنے کے بعد جہا رخاں نے ان کو اپنی سرکاریں اسی خدمت پر لے یا ان کی ایک کتاب تایخ میں فوایح الاقبال و فوایح الانتفال ہے جو الف خاں کے واسطے لکھی تھی، دوسرا یہ ظفر الوالہ المنظر و آنہ ہے یہیت مفید کتاب ہے اس کو سلطراں نے پریل در عاریکلتانے اپنے دوران قیام بیٹھی میں بڑے اہتمام سے یورپ میں جھپسوایا ہے، مگر افسوس ہے کہ پوری کتاب ان کو نہیں ملی، تاہم جس قدر حصہ کتاب کاشائی ہوا ہے وہ بھی معلومات مفیدہ سے ملوب ہے۔

مولانا احمد کردی

مولانا احمد بن سلیمان کردی گجرات کے علمائیں باعتبار جہارت علم اور کثرت درس و افادہ کے بہت ممتاز حیثیت رکھتے تھے احادیث اپنے والد سے پڑھی تھی، جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے اور دیگر علوم و فنون علامہ محمد شریعت اور مولانا ولی محمد سے حاصل کئے تھے، کتب درسی کے پڑھنے کے بعد انہوں نے اپنی پوری بہت درس و افادہ کی طرف مصروف کی اور نام عمر اس کے سوا کوئی اور کام نہیں کیا، ان کے حلقہ درس سے الیسے علماء بکل جن کی شہرت ہندوستان کے گوش گوشیں ہے، یہ صاحب تصنیفیت بھی تھے، فن کلام میں "فيوض القدر" ان کی مشهور کتاب ہے ۱۸۷۴ء میں انہوں نے وفات پائی۔

مولانا محمد فرید

مولانا محمد فرید علامہ محمد شریعت کے خلفت الشید تھے اپنے والد سے کتابیں پڑھیں

اس کے بعد ہمہ تن درس و افادہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نام عمر اس میں صرف کردی، یہ صاحبِ تصنیف بھی تھے، "مطول" پر خطائی کا مشہور حاشیہ ہے انہوں نے اس پر حاشیہ بجزٹھایا ہے کہ کتاب انکی پوری میں خان بہادر خدا بخش خان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

سید محمد رضوی

سید محمد بن جعفر بن جلال بن محمد الحسینی الرضوی مخدوم جہانیاں کی اولاد میں تھے، علم و شیخیت ان کے خاندان میں سلسلہ نسل چلی آ رہی تھی، انہوں نے اس کو زیادہ فروع دیا، اور اپنی ساری عمر تدریس و تصنیف میں صرف کی قرآن شریف کی تفسیریں لکھیں، ایک عربی میں جلال الدین کے طرز پر دوسری فارسی میں جو اس اغفار سے نئی چیز ہے کہ اس میں بال بیت علیہم السلام کی روایت سلفیہ کی ہے ان دو کے سوامشکوہ المصباح کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام "زینۃ النکاتۃ فی شرح المشکوہ" ہے، اللہ میں انہوں نے وفات پائی۔

شیخ جمال الدین

شیخ جمال الدین بن رکن الدین حنفی کمال الدین علامہ کی اولاد میں تھے اور بہت طے مصنف تھے تقریباً تمام کتب درسی پر شروح و حواشی انہوں نے لکھے ہیں تفسیر بضاوی، تفسیر مدارک، تلویح، حاشیہ حنفی شرح عقائد، مطول، مختصر قطبی، نہیل، شرح ملا وغیرہ پر مستقل حواشی لکھے ہیں اور "فصل عوارف" تعریف "ثنوی معنوی" وغیرہ کتب تصوف کی شرحیں لکھی ہیں، سب چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ایک سو بیانیں بیان کی جاتی ہے ۱۱۲۸ھ میں انہوں نے رحلت فرمائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔

مولانا نور الدین

مولانا نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی کاشماران علمائیں ہے جنہوں نے اپنی زندگی علم کی خدمت میں فنا کر دی، اور دنیا کے عیش و آرام سے کوئی تمنت حاصل نہیں کیا، علامہ وجیہ الدین کے بعد گجرات میں باعتبار درس و تدریس و کثرت تصنیفات کے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا، انہوں نے بھی علامہ مددوح کی طرح تمام کتب دریہ کی شروع و حواشی لکھے ہیں ان کے بعد اکرم الدین خاں صدر گجرات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی لاگت سے ایک عالی شان مدرسہ تیار کیا تھا، اور مصروف درس کے لئے دیہات و قفت کئے تھے، ان کی تصنیفات کی تعداد ڈیڑھ سو بیان کی جاتی ہے، بڑی بڑی کتابیں ان کی حسب مندرجہ ذیل ہیں:-

”تفسیر القرآن“ پوچھ قرآن مجید کی تفسیر، ”تفسیر النورانی للسبع المشانی“ سورہ فاتحہ کی تفسیر، سورہ لقیر کی تفسیر، حاشیہ تفسیر ضیاوی (اوائل) لوزانقاری شرح صحیح البخاری الحاشیة القوییریہ علی الحاشیۃ القدیریہ، حاشیہ شرح موافق، حل المعاقد، حاشیہ شرح مقاصد، حاشیہ شرح مطابع، حاشیہ تلویح، حاشیہ عضدیہ، المعلول، حاشیہ مطہول، حاشیہ شرح وفایہ، شرح ملأ، حاشیہ قطبی، شرح تہذیب المنطق، شرح فصوص الحکم وغیرہ ۱۱۵۵ مسماۃ میں انہوں نے وفات پائی اور مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا خیر الدین

مولانا خیر الدین محمد زاہد سورتی دور آخر کے ان لوگوں میں تھے، جو فضل و کمال میں اپنے اسلام کی سچی یادگار تجویحی جاتی تھی، انہوں نے مولانا محمد بن عبد الرزاق سورتی سے

تحصیل علم کرنے کے بعد حج و زیارت کا شرف حاصل کیا اور مدینہ طیبہ میں عرصت کی قیام کر کے شیخ محمد حیاۃ سندھی سے حدیث پڑھی وہاں سے آکر اس فتنہ تشریف کی خدمت میں عمر صرف کروی اور لوپے پچاس برس تک تعلیم دیتے رہے صاحب تصنیف بھی تھے شواہد التجید کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو تصوف و سلوک میں ہے، سید مرتضی زبیری (درحقیقت بلگرامی) نے برنامہ میں ان کا ذکر کیا ہے، حجاز کو جاتے ہوئے وہ کچھ دنوں ان کے مدرسے میں مقیم رہے تھے، اور ان سے استفادہ کیا تھا ۱۲۰۷ھ میں انہوں نے وفات پائی، سورت میں مزار ہے۔

مولانا ولی اللہ

مولانا ولی اللہ سورتی اپنے پدر بزرگوار مولانا غلام محمد بخاری کے شاگرد تھے، کرت پڑیہ کے پڑھنے کے بعد حجاز چلے گئے، اور وہاں عرصہ دراز تک رہ کر شیخ ابوالحسن سندھی سے حدیث پڑھی، اور پس آکر سورت میں آگر قیام فرمایا، اور حدیث تشریف کی خدمت میں معروف ہوئے انہوں نے ایک چھوٹا سا بھانہ بنوایا تھا، اس کا نام سفینۃ الرسول رکھا تھا، غلبہ شوق میں ہی پر سفر کرتے اور حج و زیارت سے مشرف ہوتے، ایک بار مولانا رفیع الدین مراد آبادی کا بھی سانحہ ہوا تھا، انہوں نے اپنے سفر نامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے، ان کی حدیث میں ایک کتاب ہے، "التنیہات النبویۃ فی سلوك الظرفیۃ المصطفویۃ" اُس میں سلوک راہ بیوت کا بیان ہے، ۱۲۰۷ھ میں انہوں نے وفات پائی اور سورت میں مدفن ہوئے۔

میں نے ان معدودے چند علماء کا ذکر کیا ہے جن کے تھوڑے بہت حالات مجھے معلوم تھے، ایکڑوں نام اور حضرات کے مجھے معلوم ہیں، جن کی تصنیفات جایجا کرتے ہیں اور

میں موجود ہیں، مگر معلوم نہیں کہ وہ کس زمانے میں تھے، ایسی حالت میں کوئی شخص ان کے حالات کیوں تکلم بند کر سکتا ہے؟ تاہم جتنا کچھ بھی عرض کیا گیا ہے وہ اہل گجرات کی عبرت حاصل کرنے کو بہت ہے اگر درخانہ کست حرفاً بست۔

علماء گجرات شاہان مغلیم کے دربار میں

آپ کو معلوم ہے کہ ۹۸ھ میں اکبر شاہ تیموری نے گجرات کا احراق لپنے والک محسوس سے کر لیا تھا، اُس زمانے میں علامہ وجیہ الدین علوی اور شیخ محمد طاہر حمدث جیسے علماء بامال بقید حیات تھے ان کی عزت و احترام میں بادشاہ نے اپنی طر سے کوئی دلیق فروغ کراشت نہیں کیا، خان اعظم اور خان خاناں جو کیے بعد و گیرے صوبدار مقرر ہوئے وہ عقیدت مندی کے ساتھ ان بزرگوں سے ملتے اور حسن سلوک کرتے تھے خان خاناں نے اپنے دوران قیام میں علامہ وجیہ الدین سے بعض کتب دریس بھی پڑھی تھیں، اس طرح سے اسٹادی اور شاگردی کے حقوق بھی باہم دگر بروٹا ہو گئے تھے۔

میرا وزیر

میرا وزیر کے دادا میر سہبۃ اللہ شیرازی محمود شاہ اول کے زمانے میں گجرات تشریف لائے تھے ان کا خاندان فضل وکال کے اعتبار سے گجرات میں ہدیثہ سر بر آورده سمجھا جاتا تھا، میرا وزیر داشتماندی اور بلند حوصلگی کے لحاظ سے لپنے تمام خاندان میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، اکبر نے تسبیح گجرات کے بعد ان کو بکار آمد سمجھ کر اپنے

قرب و حضوری سے سرفراز کیا اور ۹۸۹ھ میں پانچ لاکھ روپیہ کا نقد و جنس دے کر ان کے قافلہ سالار کر کے کمئے مظہمہ روانہ کیا وہاں سے آگر ۹۹۱ھ میں انہوں نے اپنے وطن والوف میں رہنے کی اجازت حاصل کی، مگر گونٹہ نشینی کی تمنا پوری نہیں ہوئی جب تک زندہ رہنے والی ان کو توفیص ہوتے رہنے آخر کار ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی ان کی تصنیفات میں ستائیں "بھارت" ہے جس کو ابتداء کے سوراٹی بنکال نے چھپوا اور شائع کر دیا ہے۔

سید محمد رضوی

شاہ عالم بخاری کی اولاد میں تھے، افضل و کمال میں اپنے اسلام کی سمجھی یادگار سمجھے جاتے تھے، انہوں نے شاہی خدمت کبھی قبول نہیں کی مگر بادشاہوں کو ان کے ساتھ حسن عقیدت تھی، ان سے ملتے اور بزرگداشت کرتے تھے، جہاں گیر بادشاہ جس زمانہ میں گجرات آیا ہوا تھا، ان سے مل کر بہت خوش ہوا اور فرماںش کی کہ فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کر لی، شاہ بھاں ایک بار ایام شاہزادگی میں اور دوسرا بار بادشاہ ہو جانے پر ان سے ملنے کو گیا اور ہر مرتبہ ان کی عزت و احترام میں کوئی دقیق فروغ نہیں کیا، انہوں نے ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی اور اپنے جدی بزرگوار کے پاس مدفن ہوئے۔

سید جلال

میر سید محمد رضوی کے خلف الرشید افضل و کمال میں اپنے باپ کے تدبیق تھے ۱۰۳۶ھ میں اپنے پدر بزرگوار کی اجازت سے آگرہ تشریف لے گئے شاہ بھاں نے احمد آغا الامر امیں شاہ نواز خاں نے لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کا فارسی میں نہایت عمدہ ترجمہ کیا تھا

دو ہزار روپیہ بطور پامزد کے عنایت کیا۔ ۱۰۳۶ھ میں خلعت و فیل و تین ہزار روپیہ نقد
۱۰۲۶ھ میں دس ہزار روپیہ اور ان کے لاکوں کو فرجی دستار اور شالیں عنایت ہوئیں،
اوچھے سو اشتر فیاں ان کو دی گئیں کہ جرات کے زاویتینوں میں تقسیم کریں۔ ۱۰۴۷ھ میں
پھر یہ طلب کئے گئے اور پانچ سو اشتر فیاں عنایت ہوئیں اور چند روز کے بعد ان فروزی
کے موقع پر ایک ہزار روپیہ اور خصت ہونے کے وقت پانچ ہزار روپیہ دیا گیا۔ ۱۰۵۷ھ میں
پھر طلب کئے گئے اور پانچ ہزار روپیہ عنایت ہوا اور ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ ملازمتِ شاہی
اختیار کریں آخراً کارا نھوں نے اپنے بڑے بیٹے سید جعفر کو اپنا مرقع درویشی دے کر صدارتِ عظمی
کا خلعت حاصل کیا چہار ہزاری ذات و ہفت صدی سوار کا منصب ملا۔ ۱۰۵۹ھ میں
شش ہزاری ذات و یک ہزار پانصدی سوار کے عالی پانی منصب پر ترقی کی جنہ دلوں
کے بعد ان کے منصب میں پانچ سو سواروں کا اور اضافہ ہوا، شاہ جہاں ان کے فضل و کمال
کا بہت معقد تھا، اگر یہ چند دلوں اور زندہ رہنے والوں کا اور زیادہ ترقی ہوتی اور کیا عجائب
ہے کہ علام سعد الشرخاں کے بعد یہ وزیر اعظم کر دیئے جاتے تھے۔ ۱۰۵۸ھ میں انھوں نے رحلت
فرمائی، لغش ان کی لاہور سے جرات ہجی گئی اور اپنے بزرگوں کے پاس دفن ہوئے۔

سید جعفر

سید جلال رضوی کے بڑے بیٹے افضل و کمال میں اپنے جد و پدر سے بڑھ ہوئے
تھے عبدالحمید مورخ شاہ جہانی نے "بادشاہ نامہ" میں لکھا ہے کہ یہ مہارت علمی و کثرت درس
و افادہ و اتفاقیتِ مصطلحات والترجم طریقہ مثالیٰ میں اپنے جد و پدر سے بڑھ کر تھے،
۱۰۵۷ھ میں سجادہ آبائی پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۰۵۶ھ میں جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو

شاہ جہاں نے خواہش کی کہ منصب پدری کو قبول کریں مگر انہوں نے منظور نہیں کیا ہے
دریں دیا کہ شاہی بھرگد انجشد
ہمیں خوش سست کہ ارادہ میں باجشندر

شاہی عنايتیں ان کے حال پر ہمیشہ بذریعہ میں یہ طلب ہوئے اور پانچ ہزار
روپیرے طبور پامزد کے عنایت ہوا اور رخصت کے وقت خلعت فیل و پانچ ہزار روپیرے
نقد پھر رحمت ہوا، ۱۷۶۵ء میں ڈھائی سو اشرفیاں ان کو بھیجی گئیں ۱۷۶۹ء میں عالم گیرتے
انپی تخت نشینی کے بعد خلعت روانکیا اور ۱۷۷۰ء میں خلعت فیل و دس ہزار روپیرے نقد ان کو
او خلعت فیل والیک ہزار نقد ان کے بیٹے یہود محمد کو عنایت کیا، ۱۷۸۵ء میں انھوں نے وفات پائی۔

بیدعلی

سید جلال کے دوسرے بیٹے تھے بابا پ کے مرنے کے بعد یہکہ ہزاری منصب پایا
۱۷۶۴ء میں جواہر خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے اور منصب اصل و اضافہ کے ایک ہزار پانصد کی
ذات و پھر اصردی سوار کے منصب پر فائز ہوئے، ۱۷۶۲ء میں کتب خانہ شاہی کے داروغہ
منفرد ہوئے اور دو ہزاری ذات و پھر اصردی سوار کے منصب پر ترقی کی، ۱۷۶۵ء میں ضبوی خا
خطاب منصب خاصہ کے عنایت ہوا اور دو ہزار پانصد کی ذات و پانصدی سوار کے
منصب پر ترقی کی اور ملک گجرات کی بخشی گردی و مقام نویسی کی خدمت پر مأمور ہوئے،
۱۷۶۶ء میں گجرات سے بلا لئے گئے عرص و قایم کی خدمت پر در ہوئی، ۱۷۶۷ء میں خداشاہی
ستحقی ہو کر گورنر نشیں ہوئے، عالمگیر نے بارہ ہزار روپیرے سالانہ کی پیش کردی ۱۷۶۸ء
میں پھر دو ہزار پانصدی ذات و پھر اصردی سوار کا منصب منصب خلعت و جمیر عینا کا کے

عنایت ہوا۔ ۱۰۷ھ میں نصب میں یوسوواروں کا اضافہ ہوا اور سگم صاحب کی سرکاریں دیوالی کی خدمت ملی۔ ۱۰۸ھ میں سہزادی کئے گئے اور صدارت غلطی کے موروثی عہد پر ترقی پائی۔ ۱۰۹ھ میں وفات پاکر دنیا کے مخصوص سے چھوٹے۔

ملاء عبد القوى

ایام شاہزادگی میں عالمگیر کے قرب و حضوری سے مخصوص ہو چکے تھے اور بعض موڑخین کی طرز تحریر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کے استاد تھے، بہ حال عالمگیر کی توجہ انھوں نے درج بدرجہ ترقی کر کے پیغمبر ای نصب حاصل کیا تھا، اور بادشاہ کے معتمد علیہ ہو گئے تھے اسی لحاظ سے اعتماد خاں کا خطاب ان کو لانا تھا، جس وقت خلوت میں باریا ہوتے تھے تو ان کو بادشاہ کے حضوریں بیٹھنے کی اجازت نہیں، جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایسا اعزاز تھا کہ شاہزادوں کے سوام کسی کو لانا تھا، شاہ نواز خاں نے "آثر الامراء" میں لکھا ہے:-

"چوں بقدم خدمت و محربت انصاف داشت و بست کاراً ہی و معالم فہمی

موسم بودا زائر ایمان خلافت و نؤیناں والا رتبت قرب مزن لش افزود گویند در

خلوت بحضور بادشاہ می شست واکثر در بجانب خلافت هرف امسکوع و عرض امقبول بود"

۱۰۶ھ میں شہید ہوئے۔

قاضی عبد الوہاب

شیخ محمد طاہر حجۃ ث کی اولاد میں تھے، شاہ بھماں کے زمانے میں منگی ٹپن کے قاضی مقرر ہوئے جب عالمگیر ایام شاہزادگی میں دکن کی یہم پر بھیج گئے تو اپنے فضل و کمال کا

وجہ سے ان کی خدمت میں باریاب اور فتحی عسکر کی خدمت پر سفر ازہر ہوئے، شاہی میں جب اورنگ جہاں بائی کو اورنگ زیب کے قدم سے برکت حصل ہوئی تو قاضی عبدالوہاب کو اقصیٰ القضاۃ کی خدمتِ جلیلۃ الفویض ہوئی تھا خانی خان لے "منتخب اللباب" میں لکھا ہے کہ ان کا رسخ و اقتدار اس درجہ پر تھا کہ اس وقت نک کی قاضی کو حاصل نہیں ہوا امراء کبار ان سے خوف کھاتے تھے، شاہ نواز خاں نے آٹھ الامرائیں لکھا ہے کہ ان کا حکم بے روک نک کے نافذ تھا، اور ان کا سا اقتدار کسی قاضی کو نصیب نہیں ہوا، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"از ایند ہے جلوس آں شاہ فتح نصیب برسر ریز باز وائے ہند و سان بند و سان بند جلیلۃ

قضاع عسکر د کمال استقلال و غایت لفاذ حکم و تہایت اعتبار و اقتدار اشتغال دا

و ایں امر حنپچہ از قاضی مکو مرتشی شد از پیشیاں کے رابیں استقلال نشد"

شانہ میں انہوں نے وفات پائی۔

قاضی شیخ الاسلام

قاضی القضاۃ عبدالوہاب گجراتی کے بیٹے افضل و کمال زید و اتقانیں بیگانہ و رجھا تھے، جب بابک انتقال ہوا تو ایک لاکھ اشرفیاں اور پانچ لاکھ روپیہ نقد علاوه جواہرات و اثاث البیت کے انہوں نے چھوڑا، اس میں سے اس بیگانہ روزگار نے کچھ نہیں لیا، اور نما میزو کر دوسرا وارثوں پر تقسیم کر دیا، بابک کی زندگی میں دارالملک دہلی کے قاضی تھے اُن کے مرنے کے بعد ۱۰۸۶ھ میں عالمگیر نے ان کو مجبور کر کے اقصیٰ القضاۃ کا عہدہ عنایت کیا، اس عہدہ جلیلہ کے فرائض انہوں نے نہایت آزادی اور راست بازی کے ساتھ انجام دیئے اور حق بات کے ظاہر کرنے میں کبھی بادشاہ کے سامنے بھی نہیں چوکے ۱۰۹۳ھ میں

اس خدمت سے استفادہ کیا، اور بڑشاہی سفرِ حج کی اجازت پائی، وہاں سے والپس آنے کے بعد عالمگیر نے پھر ہزار طرح سے چاہا کہ یہ اقضیٰ القضاۓ یا صادراتِ عظیٰ کے عہدوں میں کسی ایک کو قبول کریں گے لیکن نہ ہمیں کیا، شاہ تو ازخان نے آٹرالامراء میں لکھا ہے:-

”پس از معاودت بہ بندروں سوت خلدکان باعذ از طلب داشت عنایت زیاد بحال و

بندول نمود چنانچہ کم عطریدست مبارک بر جامراش مالید و تکلیفت قضاؤ صدارت بیان

آمد را بامودہ التماں کرد کچنڈے رخصت وطن شود کہ زیارت مقابر بزرگان ملاقاً

عیال و اطفال دریافت خود را بر کاب رساند“

شاہ تو ازخان نے آٹرالامراء میں دوسرا جگہ لکھا ہے:-

”درین سلطنت دو صدرالائموریہ در دیانت و خدا پرستی مثل اوقاضیٰ نگر نشہ پیورت

و رحالت قضایہم متعفی بودیا دشائی گزراشت تایقریب ہم بیجا پور خود را کشید“

ہم بیجا پور کا واقعہ خانی خاں نے منتخب الباب میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عالمگیر نارالثیر بر بیان نے بیجا پور کا قصد کرنے سے پہلے قاضی شیخ الاسلام سے فتویٰ طلب کیا تو انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا، کہا کہ ایک سلطان کو دوسرے سلطان سے جنگ کرنا جائز نہیں بلکن ہے کہ قاضی شیخ الاسلام کی اہمیت میں یہی رائے ہو، مگر میری رائے ناقص میں خانی خاں کی یہ روایت از روئے درایت کے صحیح نہیں عالمگیر جو تم فقہ اور اصول فقہ کے خود مبارہ تھے، اور ان وجوہ کو بھی خوب سمجھتے تھے، جن کے سبب یہ جنگ ناگزیر بیوئی تھی، اگر ان کو اتنا مام جھت بھی کرنا تھا تو مفتی عسکر سے فتویٰ لینا چاہئے تھا، جن کا کام اور صرف یہی ایک کام تھا کہ وہ فتویٰ دینا، قاضی خود اس بات پر بھجو رکھا کہ وہ مفتی سے فتویٰ کے کریمہات تقاضا کو ناجائز ہے بہر حال یہ واقعہ صحیح ہو یا نہ ہو قاضی شیخ الاسلام کی راست بازی اور خدا پرستی پر نام مومنین کو

اتفاق ہے انہوں نے ۱۱۰۹ھ میں وفات پائی اور اپنے اسلاف کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

قاضی ابوسعید

قاضی القضاۃ عبد الوہاب گجراتی کے داماد تھے ۱۱۰۸ھ بجاۓ قاضی شیخ الاسلام کے دارالملک دہلی کے قاضی مقرر ہوئے اور ۱۱۰۹ھ میں انھیں کی جگہ اقضیۃ القضاۃ کے عہدہ جلیل پر فائز ہوئے عالمگیر جسے فاضل متقدی بادشاہ کا شیخ الاسلام جسے خدا پرست کی جگہ ان کا انتخاب کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ یہ کیسے جلیل القدر برگ تھے ۱۱۰۹ھ میں اس خدمت سے سبک و بین ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

قاضی عبد الرحمن اللہ

قاضی محمد بن شریعت گجراتی کے بیٹے اور احمد آباد کے قاضی تھے تاہبزادہ محمد اعظم عالی جاہ نے ان کے فضل و کمال سے واقف ہوئے کے بعد ان کو اپنے اردو عملی کا قاضی مقرر کیا ۱۱۰۹ھ میں جب قاضی القضاۃ میر ابوسعید نے استعفایا تو عالمگیر نے ان کو اقضیۃ القضاۃ کے عہدہ جلیل پر ترقی دی اور یہ بخلاف اپنے پیشوؤں کے عرصتکل اس خدمت پر مأمور ہے آخر میں صدرالاصدروی کی خدمت پر فائز ہوئے لہٰگہ اس خدمت کا جائزہ حاصل کرنے کے کچھ ہی دنوں بعد ۱۱۱۰ھ میں وفات پا گئے۔

قاضی عبد الحمید

قاضی القضاۃ عبد الرحمن اللہ گجراتی کے بیٹے تھے ۱۱۰۹ھ میں اپنے برگوار کی جگہ احمد صدارت پر ترقی یاب ہوا اثر عالمگیری صنفہ مستدرخان سے لیا گیا ہے۔

شاہزادہ محمد اعظم کے ارد وئے معلیٰ میں قاضی مقرر ہوئے چند روزاں خدمت کو انجام دے کر حج کو چلے گئے، ۱۱۲۳ھ میں والپس آ کر صوبہ گجرات کے دیوان مقرر کئے گئے، دیوانی کے زمانہ میں دوبار گجرات کی صوبہ داری کے فرائض بھی ان کے متعلق ہوئے ۱۱۲۴ھ میں شاہ عالم نے اقاضی القضاۃ کی خدمت جلیلہ ان کو تفویض کی تین برس تک اس خدمت کو انجام دینے کے بعد استعفای پیش کیا، ہمنظور نہیں ہوا، انکھوں نے جب دیکھا کہ ان کی علیحدگی بادشاہ کو گوارا نہیں تو اپنے خبیث میں آگ لگا کر بیاس فقیرانہ یا اور مسجد میں جائیٹھے بادشاہ کو چار نیچا رخصت کرنا پڑا، عصمت کا حمد آباد میں گوشہ نشیں رہے، فرخ سیر کے زمانہ میں پھر ان کو خدمتِ شاہی پر بھجو رکیا گیا اور سند رسورت کے تصدی مقرر ہوئے چند روز تک تعیین حکم کر کے پھر مستعفی ہوئے اور دہلی جا کر شیخ احمد کہتو گنج بخش کے مزار کی تولیت حاصل کی اور پھر فراغت وکیسوئی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے، ۱۱۲۵ھ میں داعود خاں پنی گجرات کا صوبہ از مقرر ہوا اور ان کو حکم ہوا کہ اس کے آنے تک صوبہ داری کی خدمت کو انجام دیں اس کو بھی خواہی خواہی انجام دینا پڑا اس کے بعد جو ناگذھ کے فوجدار کر دیئے گئے بہر حال جب تک زندہ رہے ہمایت ملکی سے ان کو نجات نہیں ملی۔

نشریعت خاں

قاضی عبد الشر کے چھوٹے بیٹے تھے، ۱۱۲۳ھ میں جب ان کے بڑے بھائی قاضی عبد الحمید اقاضی القضاۃ کی خدمت جلیلہ پر فائز ہوئے تو یہ ان کی جگہ صوبہ گجرات کے دیوان مقرر ہوئے اور تین برس کے بعد جب قاضی عبد الحمید نے قاضی القضاۃ کے عہد سے استعفای دیا تو یہ ان کی جگہ اقاضی القضاۃ ہو گئے اور غالباً فرخ سیر کے عہد تک اس خدمت پر صوبہ رہے۔

مشرع خاں

قاضی شریعت خاں کے بیٹے تھے، ۱۱۲۷ھ میں جب وہ اقضی القضاۃ ہوئے تو یہ ان کی جگہ صوبہ گجرات کے دیوان مقرر کئے گئے اور مدتِ دراز تک اسی خدمت کو انجام دینے رہے اس کے بعد معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا۔

نور الحلق

قاضی عبدالوهاب گرجانی کے بیٹے اور بادہن فضل و کمال حج و زیارت سے بھی شرفِ اندوز ہو چکے تھے، عالم گیر کے زمانے میں مختصہ عکر کی خدمتِ جلیلہ ان کے متعلق نہیں، معلوم نہیں کہ اس خدمت پر کب تک رہے اور کہاں تک ترقی کی۔

عبد الحلق

یہ بھی قاضی عبدالوهاب کے بیٹے اور عہدِ عالمگیری میں باریاں حضور تھے و تقاویقاً مختلف عہدے سے ان کو ملتے رہے، زیادہ تر شاہی کارخانوں کی داروغائی ان کو حاصل ہوتی رہی جو بھرُ اُن امراء کے جن پر بادشاہ کو ذاتی اعتماد ہوا اور کسی کو نہیں ملتی تھی۔

محی الدین

یہ بھی قاضی عبدالوهاب کے بیٹے تھے، عہدِ عالمگیری میں صوبہ گجرات کی صدارت و اینی کی خدمت ان کے متعلق تھی، ۱۱۳۰ھ میں انہوں نے وفا پائی، وقتاً لاس عہد پر پامور رہے۔

اکرم الدین

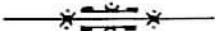
شیخ محی الدین کے بیٹے تھے بابک مر نے پر عالمگیر نے صدارتِ گجرات کا عہدہ ان کو دیا، اور شاہ عالم نے شیخ الاسلام خان کے خطاب سے ان کو سربراں کیا انھوں نے ایک لاکھ پچھوپیس ہزار روپیہ کی لگت سے احمد آباد میں ایک عالی شان درست تعمیر کیا تھا اور اپنے اسٹاد مولانا نور الدین گجراتی کو اس کی تولیت دی تھی۔

یہ بعد ورنے چند علماء ہیں جو شاہان مغلیہ کے زمانہ میں مناصب حبیلہ پر فائز ہوئے اور اپنی خدمات متعلقہ کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ عالمگیر جیسے دقيقہ رس با دشہ کے حضور میں اپنے حسن خدمت اور پسندیدہ کارگزاری کی وجہ سے ہمیشہ مورخین فی الفیں رہے۔ بہت سے ایسے علماء کے گجرات باتی ہیں جو مختلف مقامات پر قضا و افتخار کی خدمتوں پر یامور تھے امثالًا قاضی محمد شریف، قاضی ابوالفرح، قاضی ابوالنجیر، قاضی خیرالثہر، قاضی نظام الدین، قاضی کرن اختن، قاضی عبد الرسول، قاضی شرف الدین، قاضی ابوحسن، مفتی محمد اکبر، مفتی محمد شریف، مفتی عبداللہ اور سرکردوں علمائیں کے نام بھی معلوم نہیں، حالانکوں لکھ سکتا ہے، نہ ان سبکے حالات قلم بند کرنے کی بیہاں ضرورت ہے۔

جتنا کچھ بھی میں عرض کر سکا ہوں اسی سے آپ سن ٹیکھ تک پہنچ سکتے ہیں کہ علیؑ کے گجراتی اپنی قابلیت کے زور سے شاہان مغلیہ کے زمانہ میں بھی کتنا سوچ و اقتدار حاصل کیا تھا، اور کیسے کیسے جلیل القدر عہدے ان کو دیئے گئے بلکہ سچ تو یہ کہ شاہجہاں سے لے کر فرشتہ سیر کے زمانہ تک صدارتِ عظمی اور اقضی القضاۓ کے بڑے بڑے عہدے جو نفاذِ حکم اور اقتدار کی حیثیت سے ہندستان کے ہر گوشه میں شاہی نیابت کا درجہ

رکھتے تھے ان عہدوں پر شیر علماء گجرات کے نام آپ کو نظر آئیں گے اس سے زیادہ بین بتو
اس بات کا کیا ہو سکتا ہے کہ گجرات سے ہر زمانہ میں کیسے کیسے جو ہر قابل نکلتے رہے ہیں۔
مگر اس اہل گجرات اخدار انصاف کیجئے کیا اب بھی آپ کے ملک سے ایسے جو ہر قابل
نکلتے ہیں جو علامہ وجیہ الدین اور شیخ محمد طاہر محدث نسہی سید جلال رضوی اور قاضی
عبد الوہاب کی یادگار سمجھے جانے کے مستحق ہوں، آپ ہمیں گے کہ اب اس کا زمانہ نہیں نہیں ہے
تو جانے والیں پوچھتا ہوں کہ آپ میں کوئی ہے جو دادا بھائی نور و جی اور مطر گاندھی کا
جواب ہوا کہو نہیں ۷

چمن کے تخت حرس دم شیرگل کا تجل تھا ہزاروں طبلہ تھیں باغ میل ک شور تھا عالم تھا
کھلی جب انکھزگس کی نر تھا بزر خار کچھ باقی بتا باغیاں رُزو بیاں عنچ پڑھاں گل تھا



INDEX

اشکل یا

(”یادا یام“ یعنی مختصر تاریخ گجرات)

مرتبہ

محمد عیاث الدین ندوی

شَخْصَيَاتُ

١١٤	(قاضي) ابوالغفرح		الف
٨١٦٦٦	ابوالفضل استرآبادی	ابن بطوطه	
٣٠١١١	ابوالفضل	(علامة شهاب الدين) ابن حجر كى	
٨١٨٨٠١٢٢	(علام) ابوالفضل گازروني	٥٥١١٢	
١٠٣	(شيخ) احمد بن ربیع سباطی	١٠٣١٩٨١٨١٧٥١٤٣٦٢	
١٠٣	(مولانا) احمد بن سليمان کردی	٩٣٢٩٣	ابن عربی
٨٨	(سید) احمد بن شیخ	٩٣	ابن مطری اعلیٰ
٧٦	(شيخ) احمد بن المعتاب پاکشیر محمدث	٧٧	ابوکبر بن محن باعبدو علوی
١٠١	(شيخ) احمد بن عبد القدوس الشتاوی	٣٧١١٢	ابوکبر ربیع بن صدیع البصری
٩٩	(شيخ) احمد بن محمد الحنفی التوری	١٠٣١٨٨١٦٨	ابوکبر شنی
٢٤	(مولانا سید) احمد دہلوی	١٠٤	(میر) ابوتراب
٢٨	(مولانا سید) احمد حسن امر وہی	٩٠	(خواجہ) ابوالحسن
٧١	(سید) احمد زیدی	٩٨١٤٧	(شيخ) ابوالحسن بکری
٧٤	(سلطان) احمد شاہ گجراتی	١٠٦	(شيخ) ابوالحسن سندری
٩٥، ٨٤١٤٧، ١٥١، ١٨	احمد شاہ اول	١١٤	(قاضی) ابوالحسن
٣٤	(حضرت شاہ) احمد سید مجبدی دہلوی	٣٢، ٢٥١١، ٢٧	(مولانا) ابوالحسن علی ندوی
٣٢، ٢٩١٢٨، ١٢٥	(حضرت سید) احمد شہید	١١٤	(قاضی) ابوالخیر
٨٦، ٢٤٢، ١٢٢	(شيخ) احمد کہتو مغربی گنج بخش	١١٣	(قاضی میر) ابوسعید
١١٥، ٩٣، ١٨٦	(سید) احمد کبیر رفاعی	٢٣	(مولانا) ابوظفر ندوی
٨٩			ابوالفتح شیرازی دیکھئے نور الدین

۷۹	(ایاس بن قره)	۲۹،۱۲۶	(مولانا نسیب خواجہ) احمد نصیر آبادی
	(ب)		اختیار خان (خان جیو)
۷۷	(میر) باقر داماد	۲۶	اخوند صاحب
۹۲	بدرالدین عبدالشتر قور	۱۹	ادرسی
	(علامہ) بدراالدین محمد بن الجلیل بکر الدماینی	۱۹	(بابا) ارجمن شاہ
۷۴،۱۲		۱۹	(مولانا) اسحاق
۹۲	(مولانا) برہان الدین	۸۷	(شیخ) اسحاق مغربی
	(قاضی) برہان الدین نہروالی ۱۰۱۱۸۱۷۷	۷۷	(قاضی) اسماعیل اصفهانی
	(شیخ سید) برہان الدین عبدالشتر بخاری ۵۷۹۸۵	۸۹	(شیخ) اسماعیل بن ابراهیم جرجی
۲۲	(سید) برہان الدین قطب عالم	۸۳	اب شعب المک
۸۳	برہان المک	۸۰-۸۳،۷۶	(عبدالعزیز) آصفت خاں وزیر
۷۵	بلاذری	۵۱	آصفی دیکھئے
۱۶	(راجح) بلہڑا	۵۱	فضل خاں دیکھئے
۸۹،۷۸-۸۱،۵۵	بہادر شاہ	۱۸	(وزیر) اقبال خاں
۸۵	(شیخ) بہاء الدین	۶۲،۵۶،۱۳۳	(سلطان) اکبر تیموری
۷۵	(شیخ) بہلوں دہلوی	۱۱۷۶-۱۰۵،۲۷۳	(نواب) اکرام الدین خاں
۱۱۱	بیگم صاحب	۲۷	(مولوی) الطافت حسین
۳۴	(راجح) بیگم	۹۹،۳۸	ڈست خاں (الپ خاں-الف خاں)
۲۸،۷۴	(راجح) بیگم دیلو	۱۰۳،۷۶	
۷۵	بیرم خاں	۲۹،۱۲۶	(حضرت حاجی) امداد الشہر بہار کی
۱۶	البیرونی	۲۶	(مولانا) امیر علی
	(ت)		
۵۱	تاتار خاں	۶۲،۶۳	(مرزا) امین بن احمد رازی
		۶۵-۶۴،۱۹۱۱	(سلطان) اورنگ زیر عالمگیر ۱۱۲-۱۱۰

٥٧، ٢٠	جمال الدين محمد بن عمر حضرمي بحرق	٨٢، ٤٢	(مولانا) ناج الدين
٢٣		٩٠	antan سین
١٠٢	(علامہ) جمال الدين محمد شامي	٥١، ٥٠	(سلطان) تیمور گورگان
٧٥	جمال الدين محمد على بن احشییری		ج (ش)
٢٥	جنيد بن عبد الرحمن مرتی	٩٨	(شیخ) جبار الشیرین فہد
١٠٨	بھانثیر بادشاہ	٩٩	بھرجا زیدان
١٠٣	بھبھار خاں	١٠٩، ٨٤	(سید) جعفر
٦٢، ٤٤، ٢٣	(راجہ) جے سنگھ	٧٣	(شیخ) جعفر بن علی حضرمی (جعفر صادق)
٩٦، ٨٦	(قاضی) چپی	٨٨	
		٩٤، ٢٢، ٣١	(قاضی) جن
٨٤	(سید) حادی بن محمود	٨٢	(سید) جلال ثانی
	(نواب صدریار جنگ مولانا محمد) جسیب الرحمن	١١٨، ٨٢	(سید) جلال رضوی
	خاں شروانی	٢٢، ٢٠، ٣٩، ٨١٤	(خدوم جہانیان سید) جلال الدين جیان بخاری
	(شیخ) حسام الدين عثمان بن داؤد ملتانی	١٠٩، ١٠، ٨١، ٨٤، ٢٢	
٨٧، ٤٢		٨٩	(شیخ) جمال بن حسین بندادی
١٠٢	(شیخ) حسن بن داؤد کوکنی	١٠٢	(شیخ) جمال الدين بن رکن الدين حیثی
	(الفقیہ) حسن العرب الدايجھوی	٢٦	(درالملہام) جمال الدين خاں
٢٢	(علامہ) حسین بندادی	٩٠	(خواجہ) جمال الدين خوارزمی
٢٢	(شیخ) حسین بن عمر الیوضی		(قاضی القضاۃ) جمال الدين گجراتی
٢٤	(مولانا شیخ) حسین بن محمد الیمانی	٩٥، ٦٦	
٩٤	(شیخ ابو صالح) حسن بن محمد گجراتی	٥٥	جمال الدين محمد بن عبد الرحیم عمودی
٧٥، ٢٢	حکم بن ابی العاصی		(خروف زادہ) جمال الدين محمد بن عبد اللطیف
٨٤	(قاضی) حاد	٧٤	اجامی

۵۰	دلاور خان	گھوی
۸۹،۱۲۸	دیولدمی رانی	(سلطان اتارکین شیخ) محمد الدین شوالی
۷۷	(حقن) دوانی	۸۵
۲۸	(مولانا) ذوق الفقار علی دیوبندی	۸۳،۸۱،۸۰
(ر)		محمد الملک
۹۵	(مولانا) راجح بن داؤد گجراتی	خانی خاں دیکھئے
۱۰۳	(مسٹر) راس	عبدالرازاق خان اعظم
۵۴،۱۵۶	راناسانگا	خان خانان ۱-۷۱۹
۵۳،۱۵۲	رانا کونجا	(خان بہادر) خدا بخش خاں ۱-۲
۸۵،۱۶۵	(شیخ) رحمۃ الشریف عبد الشریف دی	خداوند خاں دیکھئے محمد الدین
۲۸	(حضرت مولانا) رشید احمد گلکھی	ختم خاں ۸۳،۱۱۹
۱۰۶	(مولانا) رفیع الدین مراد آبادی	(امیر) خسرو ۳۹
۱۱۷	(قاضی) رکن الحقن	حضر خاں ۵۰،۱۲۹
۸۵	(شیخ) رکن الدین مودودی	خطائی ۱۰۲
۹۵،۱۷۷	(مفتی) رکن الدین ناگوری	خلجی دیکھئے علاء الدین ۲۳،۱۹
۵۵	رومی خاں	(پروفیسر) خلیف احمد نظامی
(ز)		(مولانا) خیر الدین محمد زاہد سورتی ۱۰۵
۷۳	(جاجی) زاہد بیگ	(قاضی) خیراللہ ۱۱۷
۸۵	(شیخ) زین الدین دولت آبادی	(د)
۷۲،۱۷۰	(شیخ الاسلام) زین الدین زکریا انصاری	دادابھائی نوروجی ۱۱۸
۲۸	سائنس توکل شاہ انبالوی	داراشکوه ۸۸
(س)		(مفتی) داؤد ۷۷
۲۸		داؤد خاں ۱۱۵

(فاضی) شریف خان	۹۱	(شیخ) پیر محمد
(علام) شمس الدین سخاوی	۷۳	ستیش چندر صرا
۱۱۶، ۱۱۵	شمس الدین	سخاوی دیکھئے
۸۷، ۲۰، ۱۲	شمس الدین	(علام) سعدالثرشان
۹۶، ۹۵	شمس الدین	(شیخ) سعدی
(شیخ) شمس الدین ناگوری	۱۰۹	(شیخ) سعید شافعی جدی
۸۹	شمس الدین	(امام) سفیان ثوری
(فاضی) محمد علی) شوکانی	۵۲	(سلطان) سکندر رضا شاه لودی
۹۹	شمس الدین	(نواب) سکندر مرتضی بن محمد اکبر گجراتی
(علام) شہاب الدین دیکھئے ابن حجر	۷۵	(مولانا یید) سلیمان ندوی
۸۷	شمس الدین	سہاران فیروز شاه
(شیخ) شہاب الدین احمد عباس هرسی	۱۲	السرور دی
۱۰۱	شمس الدین	سیف خان
(امام) شہاب الدین احمد گجراتی	۵۲، ۵۳، ۱۳	شاد جہاں
(ملک اعلیاء) شہاب الدین دولت آبادی اے	۱۷	شاه عالم
۸۸، ۹۴	شمس الدین	شاه عالم بخاری
(سلطان) شہاب الدین نجوری	۳۰، ۲۸	شاه نواز خان
(فاضی) شیخ الاسلام	۷۰	(فاضی) شرف الدین
۱۱۲-۱۱۳	شمس الدین	(شیخ) شرف الدین اساوی
(سید) شیخ بن عبد الشر العیدروہ حمزی ۱۵۲۵	۹۲	(سید) شرف الدین مشہدی
۹۶	شمس ناگوری	(شیخ) شرف الدین شہباز
۹۱، ۶۹	شیرشاہ سوری	(میرسید) شرف الدین صفی خان
(ص) (ض)		
۷۳	صادق خان	
(شیخ) صبغۃ الشریح الشراحیستی بکھوچی ۱۱۹۱	۱۰۸	
۸۳، ۸۰	صدر خان	
۹۱	(شیخ) صدر الدین ذاکر	
۸۶	(سید) صدر الدین راجح قتال	
۷۷	صدر الدین شیرازی	
۹۸، ۲۶	(نواب سید) صدقی حسن خان	
۶۲	صفی خان	

(شیخ) صلاح الدین	٨٤
(ڈاکٹر) ضیاء الدین ڈیسائی	٢٣
(مولانا نایر شاہ) ضیاء النبی	٢٩، ٣٤
ط	٦
(شیخ) طیب سندھی	٧٥
(سلطان) ظفر خاں (منظفر شاہ)	٥١، ٥٠، ٣٦
ت	٧٣
(تواب) ظفریاب خاں	٦
ع	٧
(سید) عبد الاول علاء الحسینی	٥٥، ٢٠، ١٢
(مولانا قاضی) عبد الحق	١١٤، ١٢
(شیخ) عبد الرحیث دہلوی	٦٩، ١٤، ١٢ ١-٣
عبد الحکیم خداوند خاں	٨١، ٨٠
(قاضی) عبد الحکیم گجراتی	١١٥، ١١٢
عبد الحکیم لاہوری (مؤذن شاہجهانی)	١٠٩
(مولانا حکیم سید) عبد الحکیم	٣٣، ٣١، ١٣-١٥
٣٨، ٢٥، ٤٢-٩	
(مولانا) عبد العالی	٢٨
(شیخ) عبد الفتاح عسکری	٨٩
(شیخ) عبد القادر حضرتی	١٠٢، ٨٩، ٦٨
(ملّا) عبد القوی (اعتماد خاں)	١١١
(مولانا) عبد الشر	٤٣
(قاضی) عبد الشر گجراتی (بن شریعت)	١١٤، ١١٢
(شیخ) عبد الشر بن سعد الدین متفقی	٧٥
(سید) عبد الشر بن محمد بخاری	٨٧
(مولانا) عبد الشر محمد بن عجم آصفی و یکھنے محمد بن عجم	
(شیخ) عبد اللطیف	٨٧
(شیخ) عبد المطیع بن احسان باکشر المکی	٤٧

۹۰	(سید) علی بن ابراهیم رفاعی	عبدالملک بن شہاب الہبی
۱۲	(امام) علی بن عاصم	(مولانا) عبدالملک عباسی
۹۰	(سید) علی بن عبد الرحیم رفاعی	(قاضی) عبدالوهاب گجراتی ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱
۹۸	(شیخ) علی بن العراق	۱۱۸، ۱۱۶
۸۷	(شیخ) علی خطیب	(نواب مولوی) عبدالرحمن خاں شروانی ۸
۹۱	(شیخ) علی شیر	عثمان بن ابی العاصی ثقی
۹۸۱۸۵۱۸۵۱۵۵۱۲۰	(شیخ) علی شقی	۲۲۲ (شیخ) عثمان
۶۱-۴۵	(مرزا) علی محمد بن محمد علی گجراتی	(علام) عز الدین بن عبد العزیز زمزی کی ۵۵
۴۱	علوی شیرازی	۱۰۳، ۸۲
۷۷	(قاضی) عماد الدین خاہی الشرع	(مولانا) عز الدین عبد العزیز بن فہد ۹۶
۱۰۰۱۷۷	(علام) عماد الدین محمد طاری	(مرزا) عزیز کوکلتاش ۱۹
۵۵	عاء شاہ	(شیخ) عزیز الشرمنوکل ۸۵
۲۵۱۲۲۱۱۳	(سیدنا حضرت) عمر	(مولانا) علاء الدین احمد ۹۹
۱۰۰	(مولانا) عیسیٰ بن عبد الرحیم گجراتی	(مولانا ابوالیاس) علاء الدین احمد ۹۶
۹۱	(شیخ) عیسیٰ جند الشر	علاء الدین حسن بہمنی ۳۹
غ		(سلطان) علاء الدین خلیجی ۳۸-۵۰، ۱۸۱۷
۳۹	(مرزا سالش) غالب	(شیخ) علاء الدین علی بن احمد مہماٹی ۲۱
۵۹	غفران پشاہ	۹۳-۹۵
۲۵	(مولانا) غلام رسول تھر	(قاضی) علاء الدین عیسیٰ گجراتی ۱۰۰
۱۰۶	(مولانا) غلام محمد گجراتی	(قاضی) علم الدین شاطبی ۸۶
۷۷	(سید) غیاث الدین منصور	(حضرت شاہ) علم الشرمنی نقشبندی ۳۸، ۲۵
ف		(سید) علی ۸۷
فتح خاں	دیکھئے	(سید) علی (رضوی خاں) ۱۱۰
	محود شاہ اول	

٨٥	(شيخ) كليم الشريجيان آبادی	٢٤	(مولوی) فتح محمد ناٹغ
٢١	(شاه) كليم الشريد ہلوی	٢٩، ٣٤	(مولوی حکیم سید) فخر الدین خیالی
٨٢	(علامہ) کمال الدین دہلوی	٨٥	(مولانا) فخر الدین دہلوی
١٠٢، ٩٧	(مولانا) کمال الدین علامہ	١١٢، ١١٥	فرخ سیر
٨٥	(سید) کمال الدین قزوینی	١٢	(بابا) فرید الدین گنج شکر
٢٣	کمی سیرٹ (COMMISSARIT)	٨٥	(شيخ) فرید الدین مسعود
١١٨	ك (مسطہ) گاندھی	٣٣، ٣٢، ٣٩	(حضرت مولانا) فضل رحمن گنج مراد آبادی
٩١	(شیخ) شکر محمد	٢٤	(مولانا) فضل الشر
٢٥	(امام ربائی) مجدد الف ثانی	٢٩-٥١	فیروز شاہ تغلق
٧٨، ٢٥	(خداوند خاں)	٩٠	(خواجہ) فیضن الحسن
٤٥، ١١	م (سلطان) محمد عظیم	١٩	(ابوالفضل) فیضی
١١٥، ١١٣	محمد عظیم عالیجہ	٧٢	ق (مولانا) قاسم بن محمد جباری
١١٧	(مفتش) محمد اکبر	٩٦	(مولانا) قطب الدین
٧٧	(قاضی القضاۃ) محمد اکرم	٧٢، ٥٣، ٥٢	قطب الدین احمد شاہ
٩٠، ٨٧	(خواجہ سید) محمد	٢٨، ٩٢	قطب الدین ایبک
٢٩	(نواب حاجی) محمد اسحاق	٩٩	(مفتش) قطب الدین محمد نور والے
٨٥	(شيخ) محمد بن احمد مودودی	٨٥	ك (شيخ) کبیر الدین ناگوری
٧٢	محمد بن ناج	٣٢	کرد علی
		٣٨	(راجہ) کرن
		٨	(مولانا سید) کلیم احمد

۹-	(خواجہ) محمد دهاری	۱۱۰	(سید) محمد بن جلال
۱۰۸	(سید) محمد رضوی ابن شاہ عالم بخاری	۱۰۷	(سید) محمد بن جعفر رضوی
۸۷	(سید) محمد زادہ	۹۷، ۲۱	(علام محمد الدین) محمد بن طاہر محمد شیخ
۱۱۷، ۱۱۳، ۱۱۳	(علماء فاضل) محمد شریف	۱۱۸، ۱۱۱، ۱۰۷، ۹۸	
۱۱۶	(فقی) محمد شریف	۱۰۲	(شیخ) محمد بن عبدالعزیز باجابر
۳۸	(حضرت سید) محمد عدل	۱۰۵	(مولانا) محمد بن عبدالرزاق سورتی
۲۴	(مولانا شیخ) محمد عرب	۸۷	(شیخ) محمد بن عبدالرشد بخاری
۳۱، ۳۰	(مولانا سید) محمد علی مونگیری	۸۷	(سید) محمد بن عبدالرشد حضرتی
۹۱، ۳۳	(سید) محمد خوشنوشت گواییاری	۷۳	(شیخ) محمد بن عبدالرشد العیدروس
۱۰۳	(مولانا) محمد فرید	۷۲	(شیخ) محمد بن عبدالرشاد غافکی افغانی
۲۸	محمد قاسم بن مولانا علام علی استرآبادی	۵۶	(عبدالرشد) محمد بن عمر آصفی (الفتح خانی)
۸۵	(حضرت سید) محمد گیو دراز	۱۰۲، ۱۱۸، ۱۲۴، ۶۸	
۲۴	(مولانا) محمد نعیم فرنگی محلی	۱۰۲	محمد بن عمر بن محمد حضرتی
۸۷	(فاضل) محمد	۱۰۲	محمد بن فضل الشمجی
۸۷	(سید) محمد دایرجی	۷۳	(حضرت) محمد بن قاسم ثقافتی
۱۳	محمد وغازی	۵۲	(علام) محمد بن محمد الایرجی
۲۸	(شیخ الہند مولانا) محمد حسن	۷۲، ۶۶، ۵۵، ۱۵۲	محمد شاہ (ابن احمد شاہ)
۵۹، ۱۵۲، ۱۵۳، ۵۰، ۱۲۰	محود شاہ اول	۸۷، ۱۸۳	
۱۰۷، ۱۲۸، ۱۲۱، ۱۴۳، ۱۴۱		۸۲، ۱۵۰، ۱۷۹، ۱۱۶	محمد شاہ تغلق
۱۲۶، ۱۲۳، ۱۵۵—۵۸۵، ۱۵۵	محود شاہ قم الملوکی (بغی)	۱۷	(آغا) محمد ترک
۷۹—۸۱، ۱۲۴		۱۰۶	(شیخ) محمد حیا سندي
۱۸	محود شاہ بیگڑہ	۲۸	(سیاس) محمد سین
		۲۶	(مولانا) محمد سین الرآبادی

۸۹	(شیخ) فضیرین اجمال نوساوری	۳۲	(سلطان) محمود غزنوی
۸۲	(شیخ) فضیر الدین چراغ دہلوی	۱۱۷، ۱۱۶	(شیخ) محی الدین
۱۱۷	(فاضی) نظام الدین	۱۰۲، ۲۲	محمد حبیانیان
	(سلطان الشاعر) نظام الدین محمد البدایوی	۱۰۷۱۱۰۱	(پیر) مرتضیٰ زبیدی (بلگرامی)
۸۳، ۲۰	(نظام الدین اویاء)	۱۱۳	مستدرخان
۵۵	نظام شاہ	۱۴	مسعودی
۹۰	(خواجہ) نورالا علی	۸۷۱۱۸	مظفر شاہ اول
۹۰	(خواجہ) نوراحسن	۶۲۱۵۸۱۵۸۱۵۸۱۵۲	مظفر شاہ حلیم
۹۵، ۹۳۸۸	(نواب) نوراحسن خاں	۷۸۱۲۳۲۴۳	
۱۱۶	(فاضی) نوراحسن گجراتی	۱۷	(شیخ) معز الدین ابو حصی
	(مولانا ابوالفتوح) نور الدین احمد شیرازی	۸۵	(حضرت) معین الدین پشتی اجیری
۹۹، ۹۴۱۹، ۱۷۷۶		۷۱۰۳۸	مقرنی
۱۰۵	(مولانا) نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۵۰	ملک سرور
		۸۳	منصف الملک
۱۱۷، ۱۲۳	(علامہ) نور الدین گجراتی	علی ہماں	ہماں و بیکھڑے
۸۰	(برہان الملک) نور الدین محمد عباسی	۹۷	(انتداد الزبان للہ) مہنته
۸۸	(شیخ) نور الدین محمد بن علی راندیری	۲۶	المهدی بالشرعی
۹۰	(شیخ) نوراللہ	۷۳	(حاجی) میان
(مولانا) وجی الدین علی		۵۲	(وزیر) میدنی رائے
۱۱۸، ۱۰۴۱۰۵، ۱۰۰۹۹		۱۰۲	(شیخ) نجم الدین عزتی
۷۲	(علامہ) وجی الدین محمد بن محمد المأکلی المحدث	۲۸	(مولانا سید) نذیر حسین دہلوی
		۹۰	(شیخ) نصر الشریعت اوری

وزیر خان	۷۱	ہمایوں بادشاہ	۹۱۴۸-۸۰۱۵۵
(امام) وکی بن جراح	۱۲	(شیخ) نعیم الشر	(۵)
(حضرت شاہ) ولی الشر دہلوی	۹۷، ۹۳، ۲۱	(شیخ) حبی بن علی سریدی	۸۶
(مولانا) ولی الشر سورتی	۱۰۶	(شیخ) حبی بن محمود گجراتی	۸۵
(شیخ) ولی محمد	۱۰۳، ۹۱	(حضرت) حبی بن مدینی	۲۲
(علام میر) هبۃ الشر شیرازی	۱۰۷، ۷۷	(مولانا) یدالشر	۹۷
(مولوی) بدایۃ الشر	۹۲	(شیخ) یعقوب بن مولانا خواجی	۸۵
ہشام بن عبد الملک	۷۵	(مولوی) یوسف کشکشی	۹۵، ۹۲

اقوام و طبقات

اہل بیت کرام	۱۰۷	شہابان غنیمی	۱۱۷۱۱۰۷
بہمنی (خاندان)	۵۸، ۱۳۹	شہابان گجرات	۶۸، ۱۷۲، ۱۱۱، ۱۵۷، ۱۳۳
پرتگز	۵۵		۸۴۱۷۷۶۱۷۶۱۷۳
حسنی سادات	۲۵	صحابہ کرام	۳۲۶۱۲
خاندان عباسیہ	۷۹	عرب	۳۶۱۱۶۱۱۲۱۱
خلافاء بغداد	۷۰	گجراتی	۱۹
راچپوت	۸۵	مریٹہ	۱۹
سلطین بہمنیہ	۵۸	سلطان حکمران اہندر	۴۹
سلطین صفویہ	۶۴	مغل	۱۹
شہابان بیجاپور	۵۵	منگول	۱۷
شہابان دکن	۵۹	تائک	۲۰
		ہندو	۳۴

كتابيات

(ت)		(الف)
١٠١	تاج العروس	آب جيات
٣٦	تاریخ ابن حذدون	اتحافت النبلاء
١٢	تاریخ سلاطین گجرات	اجلة اتا نیدنی شرح ادله التوحید
٥١٢٨	تاریخ فرشتہ (گلزار ابراہیمی)	اخبار الاخیار
١٠٨١٢٣	تاریخ گجرات	آداب اللغة العربية
٩	تاریخ مشائخ حاشیۃ	استجلاء البصیری الرد علی استقصاء النظر
٩٢	تبصیر الرحمن و تبصیر المیان	استفادة (رسالہ)
٤١	تجھیز فور	اسفار ریجہ
٢٢	تحفۃ المجالس	اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں
٤١	تحقیقات چشتیہ	الاعلام بالعلم بہیث الشرائع
٩٨	تذکرۃ الموضوعات	الفیہة الحدیث
٧٤	تہسیل ابن الک	انعام الملک العلام
٢٩	تذکرہ مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی	EPIGRAPHIA INDIA
١٠٢	تعریف	INDIA DURING MUSLIM RULE
١٠٣٦١٠٣١٠٠٠٩٦	تفہیم سیاضوی	(ب)
١٠٥	تفہیم سورہ بقرہ	بادشاہ نامہ
١٠٥	تفہیم سورہ فاتحہ	البدر الطالع
١٠٥	تفہیم القرآن	البرق الیمانی
١٠٢	تفہیم دارک	برنامہ

١٠٥١٠٠	حاشية شرح وقاية	١٠٥	التفسير النوراني للسجين المثالي
١٠٥١٠٠	حاشية عضديه	١٠٢	لزيج
١٠٥١٠٠	حاشية قطبي		التشييدات التبويه في سلوك الطريقة المصطفوية
١٠٠	حاشية كشف الاصول بزد و دلي	١٠٦	
١٠٠	حاشية محضر		(ث) ج
١٠٠	حاشية مطول		الثقافة الاسلامية في الهند (عواوين المعارف)
١٠٠	حاشية هراري	٧٨، ٣٢، ٣٤، ٢٣، ١٤، ٩	
١٠٥	الحاشية القويه على الحاشية القدسيه	١٠٣	جلالين
٩٢	حجـةـ الدـلـاـلـ الـأـلـغـ		جنـةـ الـمـشـرـقـ وـيـكـيـهـ الـهـنـدـ فـيـ الـعـدـلـ اـلـاسـلـمـ
١٠٣	الحدائق الخضراء		(ج)
٧٢	حضر اشاره	١٠٠	حـاشـيـهـ يـرـ حـاشـيـهـ قـدـسيـهـ
١٠٥	حلـ المـعـاـقـدـ	١٠٥١٠٠	حـاشـيـهـ تـفـيـرـ بـصـيـاـوىـ
٧٢٦٤٣	حقـيقـةـ السـوـرـةـ	١٠٥١١٠	حـاشـيـهـ لـتـوـيـجـ
٧٦	حياة الحيوان	١٠٢	حـاشـيـهـ خـيـانـيـ
٩١٨	حيـاتـ عـدـاحـيـ	١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ اـرـشـادـ
		١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ تـجـرـيدـ
٩٦١٢٢	خرـائـةـ الرـوـاـيـاتـ	١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ حـضـنـيـ
٣٢	خطط الشام	١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ حـكـمـتـ الـعـيـنـ
٢١، ٣٢	الخطط والآثار (خطط مصر)	١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ عـقـاـيدـ
١٠٢	خلاصة الارث في أجيان القرن الحادى عشر	١٠٥	حـاشـيـهـ شـرـحـ مـطـالـعـ
٢٨	دبـيـ اوـلـ اـسـ کـيـ اـطـرـافـ (اـرـخـانـ اـجـابـ)	١٠٥١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ مـقـاصـدـ
		١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ مـلـاـ
٨٨	رجـينـ الحـمـيرـيـ فـيـ طـرـيـنـ الصـوـفـيـهـ	١٠٥١٠٠	حـاشـيـهـ شـرـحـ مـوـاقـفـ

			الروض من الأرض
٩٨	ص	١٠٢	الزوارف في شرح العوارف
	صحاح ستة	٩٢	زينة النكارة في شرح المشكاة
٩٩، ٩٧، ٩٦، ٨٥، ٨٤، ٨٣، ٨٢	صحيح البخاري	١٠٣	
٩٣	الصواع الازهري في شرح التور الأظہر		
٩٥	الضوء الاسم	٨٨	سفينة الأولياء
	ط	٩	سلطان دہلی کے ذہبی رجحانات
١٠٢	طراب الاشائل	٢٥	سید احمد شہید
١٠٣، ١٠١، ٨٠، ٧٤، ٧٣، ٧٨، ٥٦	ظفر الواله	٢٥	سیرت سید احمد شہید
	ع		
	عوارف المعارف دیکھئے الشفاعة الاسلامیہ فی الهند	١٠٠	شرح ابیات تہییل
٧٦	عين الکیوۃ	١٠٥	شرح تہذیب المطق
	ف		
٩٥، ٢٢	فتاویٰ حادیہ	١٠٠	شرح جام جہاں نما
٩٥	فتاویٰ عالمگیری	١٠٠	شرح رسالہ و شیخیہ
٢٤، ٢٥	فتور المدران	٧٦	شرح صحيح البخاری
٨٥	فصوص الحکم	١٠٣	شرح عقائد
١٠٢	فصوص عوارف	١٠٥	شرح فصوص الحکم
١٠٣	فوائح الاقبال و فوائح الانتقال	١٠٠	شرح لواح
١٢	فیض الباری فی مترح صحیح البخاری	٧٦	شرح معنی اللبیب
١٠٣	فیوض القدس	١٠٥، ١٠٢	شرح ملا
	ق		
١٠١	قاموس	١٠٠	شرح نجۃ الفکر
٢٤	قانون	١٠٦	شوادر التجدید

٩٢	مشروع الأخصوص في تشرح الفضوص	١٠٣	قطبي
١٠٣	مشكوة المصابح	١٠٣١٤٢	قطفت الشر
١٢	مصابح الجامس في تشرح صحيح البخاري		(ك)
٨٥	مصابح التحو	٣٦-٣٨	كامل ابن الأثير
١٠٣	مطول	٩٧،٤٦،٣٦	كتفت الطنون
٣٠،١٢٨	معارف (رسالة)	٣٩	كليات خرو
٣٥	مجم البلدان		(ك) (ل)
١٠٥	الموول	٢٣	جرات کی تدریجی تاریخ
٩٨	المقني في اسماء الرجال	٣٧،٣٣	گل رعناء
٤٤	مقامات هندی	١٠٢	لطف السمر
١١٣، ١١٢	منتخب اللباب	١٩	لطیفہ فیضی
١٠٣	منہل		(م)
٢٦	مهرجان تاب	١١١-١٣١٠٨٧٦٢	ماڑا الامراء
	MUSLIM COMMUNITIES IN GUJRAT	١١٢	ماڑا عالمگیری
٢٣		٣٩	شتوی عشقیہ
	(ن)	١٠٣١٨٩	شتوی معنوی
٩٦	نزہت الارواح	٩٨	مجھ بخار الانوار
٧٨،٣٣-٣٥،٢٩،١٧،٩	نزہت انواع	١٠٣	محضر
٩٧	النور الأعظم في كشف القضاوة والقدر	٧٣،٦١-٤٧	مرأة احمدی
٧٥،٦٨	النور السافر في أعيان القرن العاشر	٥٩-٦١،٥٥،٥٣،١٣	مرأة سکندری
١٠٢١٩٨١٤٦		٧٢	
١٠٥	نور القاری في تشرح صحيح البخاری	١٦	مروج الذہب و محاون ابجہر
	المشرع الروی	١٠٢١٨٨١٦٨	

۳۲	ہندوستان اسلامی عہد میں	(D)
۲۳	HISTORY OF GUJRAT	۶۱
۴۷	یادداشیم ۹۰۱، ۱۱۱، ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۴۱، ۱۵۱	(E)
۴۸	الیانہ الحبیبی	۶۲۱۳۸۱۶۹
۶۳	ہفت اقیم	۶۴
۶۴	الہند فی العہد اسلامی (جنۃ المشرق)	۶۵

مِقَامَاتٌ

الف	النچبور	ب	نچبور	ک
۵۳				آبلو
۸۵،۸۷				اجیر
۹۲-۶۷۰۵۳،۵۱،۲۰-۲۳،۱۳				احمد آباد
۱۰۲۱۰۰۹۵۸۸-۹۰۰۸۵۱۷۱-۶۶				
۱۱۵۱۱-۳				
۱۱۱۵۸۱۵۳۱۵۳۱۱۹				احمذنگر
۶۸				آسام
۱-۸۱۹۱۰۲۹۱۴۸۰۵۵۱۲۲				اگرہ
۳۶				الآباد
۷۳				اماں
دیکھنے				اٹھلوارہ
نہروالہ				
۲۲				اوچ
۶۲				ایدر
۶۲۰۶۷۶۴۰۰۲۳				یران
بنگال				
سمسی				
بلخ				
بغداد				
برہانپور				
بخار				
بیدر				
بدخشان				
بحرين				
بانکی پور				
باربد				
باب المغارہ (بیت الشریف)				
۵۵				

۲۷	چھاؤالاں بازار	۷۳	بجھٹہ
۶۲۱۶۶۱۲۳	چھپور	۸۸۸۸۴۱۵۳۰۳۴۶۳۵۱۱۶	بکھروپ
۵۶۱۵۵۱۵۳	پستور	۲۷۱۲۶	بھوپال
۱۹	پھین	۲۲	بھیکن پور
ح		۵۵	بیانہ
۱۰۹۱۱-۱۹۹۱۹۷۱۸۳۱۶۷	جہاز	۱۱۳۲۱-۱۱۵۸۱۵۵۱۳۱	بیجاپور
۳۳	چھاسود	پ	
۱۰۱۹۹۱۹۴۱۵۴	جہیں شریفین	۲۸	پانی پت
۸۶	حضرموت	نہروالہ	ڈیکھٹے
۲۰	خوض قطب (احمد آباد)	۵۰	پنجاب
۵۷۱۵۳۰۳۹۱۳۶۱۷	جیدر آباد دکن	۱۱۵	پنجی گجرات
۱۱۱۱۹۱۱۸۹۱۸۶۱۸۵۱۶۲۱۵۸		۲۸	پیران کلیر
خ		ت	
۵۸	خاندیں	۸۶	تکیرہ ماتریدیہ
۷۲۱۲۰	خان سرور (تالاب)	۶۲	توران
۶۰	خراسان	۲۵	تحان
۳۵	خلج بگال	چ	
د		۵۳	جانپانیز
۲۵	دائرہ حضرت شاہ عالم اللہ	۱۰۱	جبل احمد
۳۵	درہ خیبر	۵۶	جدہ
۷۵۰۳۶	دمشق	۱۰۲	جنۃ البیقیع
۵۳	دمن	۱۱۵۱۵۳۰۳۶	جوناگڑھ
۶۲	دولت آباد	۱۱۵۱۰۵۰۰۷۱۱۱	جوہنپور

۵۸۱۷۱	گوکندرہ	۶۱	قلعه دین پشا (دہلی)
۵۵	گوا	۵۶۱۵۵	قلعہ رشتنبور
	(L)	۵۶۱۵۶	قلعہ مانڈو
۱۰۰۱۷۱۱۷۲	لاہور	۶۷۱۶۲	قلعہ محلی
۲۲۱۳۷۲۱۲۷۱۲۴۱۱۰۸	لکھنؤ		(J)
	(M)	۶۸	کارومنڈل
۵۲-۵۸۱۵۰-۵۲۱۷۶	ماودہ	۲۵	کچھ
۸۰۱۵۹۱۵۲۱۵۶۱۷۱	مانڈو	۶۲۱۵۰	کشیر
۶۲۱۵۳	محمد آباد (جانپاپر)	۱۰۳	کلکتہ
۲۲	محمد علی لین (گوئن روڈ لکھنؤ)	۹۶	کن (قصبہ)
۶۲۱۵۳	محمود آباد	۸۷	کہتو
۸۹	مدرس	۵۶۱۵۳۱۷۱۰	کھبرات (خلیج کنباپر)
۱۰۴۱۹۱۱۶۰	مریتہ منورہ	۲۸	کیمپ انبار
۷۰	مستصریہ		(L)
۵۳	مصطفیٰ آباد	۳۹-۶۷۱۱۶-۲۷۱۱۰-۱۷۱۱۴	بجوات
۳۳	مقام ابراہیم	۶۲۶۲۱۶۰-۶۲۱۵۲-۵۸۱۳۲-۰۲	
۱۰۸	کرمعظم	۸۳-۹۱۱۷۸-۸۰۱۶۲-۷۶۱۶۸-۶۱	
۵۰۱۷۲۱۲۲۱۲۱	ملتان	۱۰۱-۱۰۳۱۹۹۱۹۸۱۹۴۱۹۵۱۹۳	
۱۱۱	موگل پین	۱۱۵-۱۸۱۱۱-۱۱-۹۱۱-۷۱۱-۵	
۵۳	مہائم	۵۰	گلگرگہ
۵۲	میسور	۲۹	گنج مراد آباد
	(N)	۲۸	گنگوہ
۸۲۱۸۵۱۵۳۱۵۲	ناپور	۹۱۱۲۳	گوایار

۵	۵	۷۹	نریاد
۲۵۱۲۷۸۲۱، ۲۰، ۱۱-۱۸۱۹	ہندوستان	۷۰	نظمیہ
۲۷۲۷۸۲۷۱، ۲۷۹، ۳۵، ۳۷۸، ۲۹، ۲۶		۷۸	نہروالہ (انہلوارہ-پین)
۴۷-۴۹، ۶۲۱۵۲-۵۶۱۵۱۳۵۰، ۲۸		۹۵۱۸۲-۸۴۱۶۷۱۶۲، ۵۳	
۹۶۶۹۱-۹۳۶۸۹۸۳-۸۵۱۷۵۱۷۱		۲۸	نگینہ
۱۱۷۶۱۱۲۶۱۰۳۶۹۹		۷۰	نیشاپور
۲۸۱۲۶	ہنسوہ	۵	وادی کشیر
۹۹۱۹۶۱۶۲۱۴۹۶۴۸، ۷۳، ۱۳	بین	۷۳	
۱۰۳	پور	۸۹	ولیور

متفرقہات

۷۲۱۲۰	مدرسہ عثمان پور	ادارے و مدارس:
۷۳۱۲۰	مدرسہ علامہ وجیہ الدین علوی	آل انڈیا محمدن ایجنسی کلش کانفرنس علی گڑھ، ۳۹۱۲۰
۱۶	مدرسہ مولانا اسماعیل بھٹوچ	۷۲۱۲۰
۷۲۱۲۰	مدرسہ نہروالہ	دارالعلوم دیوبند
۷۳۱۲۰	ندوۃ العلماء و دارالعلوم ندوۃ العلماء	مدرسہ اکرام الدین خاں احمد آباد ۱۰۵، ۷۳۱۲۰
۳۹۱۳۸۲۳۱، ۳۰۱۰		مدرسہ خان سرور
۷۳		مدرسہ زاہد بیگ سورت
۷۲۱۲۰		مدرسہ سرخیز
۷۳		مدرسہ سیدف خاں احمد آباد
۱۰۳		مدرسہ عالیہ کلکتہ
۲۸		مدرسہ عبد الرب
۱۰۸۱۰۱	ابشائیک سوسائٹی برگال	
۳۲۱۳۳	دارالمصنفین اعظم گڑھ	
۳۲۱۳۶	دائرۃ المعارف الفتحیہ حیدر آباد	

٨٩١٨٤	قادریہ	٨	شبلی بکڑ پوکھنٹو
٨٧٤٣٢، ١٣	معزیزیہ	١٠٧	کتبخانہ خدا بخش خان بانگلی پور (پٹتہ)
٩٠٤٨٦	نقشبندیہ	٣٦، ٩٦	مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کھنٹو
سلطنتیں و حکومتیں:		الجعیں العلمی العربی (جمع المذاہ العربی) دشمن	
٤٢	دولت آصفیہ دکن	٧	مطبع اسٹیلیوٹ علی گرطہ
٩٩	دولت عثمانیہ	٩	ندوۃ المصنفین دہلی
٢٩	سلطنت انگریزی	٢٠	مساجد:
١١٤	سلطنت عالمگیری	١٤	مسجد نبوی
١٨	سلطنت مغلیہ	٢٨	جامع مسجد بھوپل
زمانیں:		جامع مسجد تہرا والہ	
۹٢، ٤٩، ١٣٢، ١٣٣، ٢٦	اردو	٤١	مسجد اٹالی جوپور
۱٩	دہلی نگری	٤١	مسجد فتحپوری (دہلی)
۱٩	سنگرت	٤١	مسجد ماہم انگلہ (دہلی)
۳۵، ۳۹، ۱۳۲، ۱۳۷، ۲۶، ۲۳، ۱۹	عربی	٤٣	مسجد مرجان شامی سورت
۱۰۳، ٨٨		٤٤	مسجد نوازی (لکھنٹو)
۱-۳۲، ۴۹، ۱۳۲، ۲۴، ۲۳، ۱۹	فارسی	٤١	مسجد وزیر خاں (لاہور)
سلسل تقصوف:		سلسل تفرقیات:	
٢٩	بیعت عثمانی	٨٣-٨٤، ٢١، ١٣	چشتیہ
٦٢، ٢٢	تخت طاؤس	٨٩	رفاعیہ
۱۶	سفینۃ الرسول (بھماز مولانا ولی اللہ سورتی)	٢٩	سلسلہ عید احمد شہید
٩٢	عناصر الیجع	٨٤، ٢٢، ١٣	سہروردیہ
٩٢	موالیہ شلاشتہ	٩١، ١٣	شطاریہ
		٨٧	عیدروسیہ